# فیض الوقایۃ

لحل اسئلۃ

# شرح الوقایۃ (2)

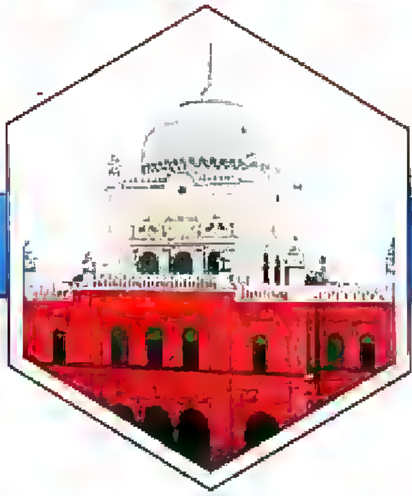


مرتب
عبد اللہ قاسمی

باہتمام:
قاری فیض الحسن اعظمی



مکتبہ صوت القرآن دیوبند



Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# فیض الوقایہ

لحل اسئلۃ

# شرح الوقایہ

(دوم)

مرتب

محمد عبد اللہ قاسمی

باھتمام

قاری فیض الحسن اعظمی

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شرح وقایہ صفحہ: ۵

فَلاَ شَکَّ اَنَّ لَهٗ عِلَلاً أَرْبعاً فَالْعِلَّةُ الْفَاعِلِيَّةُ هُوَ الْمُتَعَاقِدَان وَالْمَادِّيَّةُ الْإِيْجَابُ وَالْقُبُوْلُ والصُّوْرِيَّةُ هُوَ الْإِرْتِبَاطُ الْمَذْكُوْرُ الَّذِیْ يَعْتَبِرُ الشَّرْعُ وُجُوْدَهٗ وَالْغَائِيَّةُ الْمَصَالِحُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِالنِّكَاحِ.

(الف) نکاح کی شرعی تعریف کرکے درج بالا عبارت کا ترجمہ کیجئے (ب) له کا مرجع کیا ہے؟ علل اربع کی تعریف کرتے ہوئے بتایئے کہ نکاح کے علل اربع کیا ہیں؟ (ج) والصورية هو الارتباط الخ میں ارتباط شرعی کا حساً وجود ہوتا ہے یا شرعا وضاحت کریں۔

## الجواب

**(الف) ترجمہ**: پس اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کے لئے بھی چاروں علتیں ہیں (۱) علت فاعلی یعنی عقدِ نکاح کرنے والے (مرد وعورت) (۲) علت مادی یعنی ایجاب وقبول (۳) علت صوری وہ ارتباط مذکور ہے جس کے وجود کا شریعت اعتبار کرتی ہے، (۴) علت غائی یعنی وہ مصالح جو نکاح کے ساتھ وابستہ ہیں۔

**تشریح**: نکاح کے لغوی معنی وطی اور مجامعت کے ہیں اور شرعی معنی عقد (عقدِ نکاح) کے ہیں اور کبھی کبھی وطی کے معنی پر بھی بولا جاتا ہے، اسی لئے نکاح کے شرعی معنی میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شرعی لحاظ سے نکاح عقد کے معنی میں حقیقت ہے اور وطی کے معنی میں مجاز ہے، لیکن ہمارے (احناف) کے نزدیک اصح یہی ہے کہ نکاح وطی کے معنی میں بھی حقیقت ہی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اسی لئے مصنفؒ نے اپنی عبارت ھو عقد موضوع لملک المتعۃ میں اس طرف اشارہ کردیا کہ یہاں نکاح عقد کے معنی میں ہے وطی کے معنی میں نہیں ہے، کیونکہ اس کتاب میں عقدِ نکاح کے احکام بیان ہورہے ہیں، وطی کے احکام بیان نہیں ہورہے ہیں۔

علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد کو کہتے ہیں جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔

لفظ نکاح وطی اور عقد دونوں معنی میں قرآن میں مستعمل ہے، اول کی مثال "حتی اذا بلغوا النکاح " میں نکاح سے مراد وطی ہے، اور دوسرے کی مثال "فانکحوھن باذن اھلھن " میں نکاح سے عقد مراد ہے، علامہ بدرالدین عینیؒ حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرح استیجابی میں یہ بات تحریر ہے، لغت میں نکاح کا مطلب مطلق جمع (اکٹھا کرنا) ہے، جب کہ شریعت میں مخصوص شرائط کے ساتھ کیا جانے والا عقد نکاح کہلاتا ہے۔

فخرالاسلامؒ فرماتے ہیں کہ نکاح شرعی عقد کو کہتے ہیں، اور اس کے ذریعہ وطی مراد لی جاتی ہے، زیادہ صحیح رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حقیقت میں وطی ہوتی ہے، کیونکہ وطی کرنے میں ضم کرنے کا مفہوم حقیقت کے اعتبار سے پایا جاتا ہے جب کہ مجازی طور پر اس سے مراد عقد ہوگا، نکاح سے مراد حقیقت میں عقد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں لفظ نکاح کو وطی اور عقد دونوں معانی کے لئے مشترک ماننا پڑے گا اور یہ بات اصل کے خلاف ہے۔ (البنایہ شرح ہدایہ، جلد/۵، ص:۳)

"وفی عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ" للعلامۃ عبدالحیؒ واختلفوا فی معناہ الحقیقی شرعاً فنسب إلی الشافعیؒ انہ شرعاً حقیقۃ فی العقد مجاز فی الوطی،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

والصحيح عند اصحابنا انه حقيقة شرعاً ايضاً في الوطي، مجاز في النكاح، وقيل انه مشترك لفظي بينهما وهو ضعيف وقيل مشترك معنوي.

## نکاح کا شرعی حکم

نکاح عام حالت میں سنت مؤکدہ ہے، اور اگر شہوت کا غلبہ اتنا ہو جائے کہ زنا میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہو تو نکاح واجب ہے، اور اگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ موجباتِ نکاح صحیح طور پر ادا نہیں کر سکے گا (اور یہ صرف اندیشہ ہے ظن غالب نہیں ہے) تو اس حالت میں نکاح کرنا مباح ہے، اور اگر موجباتِ نکاح کو صحیح طور پر ادا نہ کرنے کا گمان غالب نہیں ہے بلکہ ظلم وجور کا اندیشہ ہے تو پھر نکاح کرنا مکروہ ہے، اور اگر ظلم وجور کا گمان غالب ہے تو پھر نکاح کرنا حرام ہے۔

## (ب) له میں ضمیر کا مرجع النکاح ہے، ای للنکاح۔

**علت فاعلی:** وہ ہے جس سے فعل صادر ہوتا ہے۔ جیسے نکاح میں عقدِ نکاح کرنے والے مرد وعورت۔

**علت مادی:** وہ چیزیں ہیں جن کی ترکیب سے کوئی چیز بننے کی صلاحیت میں آجائے۔ جیسے نکاح میں ایجاب وقبول۔

**علت صوری:** وہ ہے جس سے شی بالفعل موجود ہو جائے، یہ علتِ صوری درحقیقت علتِ مادی کے ساتھ قائم رہتی ہے اور مرکب ان دونوں کے ساتھ مل کر ہی بنتا ہے۔ جیسے نکاح میں علت صوری وہ ربط ہے جس کے وجود کو شریعت تسلیم کرتی ہے۔

**علت غائی:** وہ ہے کہ جن مقاصد وفوائد اور منافع کے لئے کام کیا جائے، جیسے نکاح میں علت غائی نکاح کے مصالح یعنی توالد وتناسل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**(ج) و الصورية هو الارتباط الخ** : مصنفؒ نے فرمایا کہ عقدِ نکاح شرعاً ایجاب وقبول وارتباط کے مجموعہ کا نام ہے، کیونکہ اگر شرعاً عقدِ نکاح اس ارتباط کا نام ہو جو ایجاب وقبول کے ربط پر مرتب ہوتا ہو تو پھر حقیقتِ نکاح میں سے ایجاب وقبول خارج ہو جائیں گے حالانکہ شریعت ایجاب وقبول کو ارکان نکاح میں سے مانتی ہے اور رکن شیٔ اس شیٔ کا جز ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ عقد نکاح ارتباط کا نام نہیں ہے بلکہ ارتباط اور ایجاب وقبول تینوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

التنقیح اصول فقہ کی ایک بنیادی کتاب ہے، شارح وقایہ نے التوضیح کے نام سے اس کی شرح کی ہے، اس میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جیسے بیع کا ایک وجود حسی ہے ایجاب وقبول، اور اس حسی وجود کے علاوہ ایک شرعی وجود ہے کہ اس ایجاب وقبول کے نتیجہ میں مبیع پر خریدار کی ملکیت ثابت ہوتی ہے جو بیع کا شرعی حکم ہے، اسی طرح نکاح بھی محض ایجاب وقبول یا محض ارتباط کا نام نہیں ہے بلکہ ایجاب وقبول مع الارتباط کے مجموعہ کا نام ہے۔

پس مصنفؒ کا مقصد اس سے نکاح کی ترکیب اور ایجاب وقبول کا رکن ہونا ثابت کرنا ہے یعنی جس طرح عقدِ بیع میں ایجاب وقبول کی رکنیت ثابت ہے اور نکاح بھی ایک عقد اور معاملہ ہے اس لئے نتیجتاً نکاح کے لئے بھی ایجاب وقبول کا رکن ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ عقدِ نکاح میں ارتباطِ شرعی کا حساً بھی وجود ہوتا ہے اور شرعاً بھی۔

**فائدہ** : جس پر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ شیٔ کی حقیقت میں داخل ہو تو اس کو رکن کہتے ہیں، جیسے رکوع اور سجدہ نماز کے لئے، اور اگر کسی چیز پر موقوف تو ہو لیکن وہ شیٔ کی حقیقت میں داخل نہ ہو تو اس کو شرط کہتے ہیں، جیسے وضوء نماز کے لئے شرط ہے رکن نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ:٦

اَلنِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِإِيْجَابٍ وَ قَبُوْلٍ لَفْظُهُمَا مَاضٍ كَزَوَّجْتُ وَتَزَوَّجْتُ أَوْ مَاضٍ وَ مُسْتَقْبَلٍ كَزَوِّجْنِيْ فَقَالَ زَوَّجْتُ وَ اِنْ لَّمْ يَعْلَمَا مَعْنَاهُ، وَأَعْلَمْ أَنَّ قَوْلَهٗ زَوِّجْنِيْ لَيْسَ فِي الْحَقِيْقَةِ اِيْجَاباً بَلْ هُوَ تَوْكِيْلٌ ثُمَّ قَوْلُهٗ زَوَّجْتُ اِيْجَابٌ وَقَبُوْلٌ فَاِنَّ الْوَاحِدَ يَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کیجئے (ج) انعقاد، ایجاب، قبول اور توکیل کے اصطلاحی معنی لکھئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے کہ ان دونوں کے لفظ ماضی ہوں جیسے زوجت (میں نے نکاح کردیا) اور تزوجت (میں نے نکاح کیا) یا ایک ماضی کے صیغہ سے ہو اور دوسرا مستقبل کے صیغہ سے جیسے زوجنی (تو میرا نکاح کردے) اور دوسرا کہے زوجت (میں نے نکاح کردیا) اگر چہ دونوں اس کے معنی سے واقف نہ ہوں، اور جان لو کہ مصنفؒ کا قول زوجنی درحقیقت ایجاب نہیں بلکہ وہ توکیل ہے، پھر دوسرے کا قول زوجت ایجاب وقبول دونوں ہے، کیونکہ نکاح میں ایک ہی شخص نکاح کے دونوں طرف (ایجاب وقبول) کا متولی ہوسکتا ہے برخلاف بیع کے۔

**(ب) تشریح:** مصنفؒ فرماتے ہیں کہ انعقاد نکاح کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے۔

**لفظهما:** سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ انعقاد نکاح کے لئے تلفظ ضروری ہے خواہ تلفظ جانبین سے ہو یا ایک طرف سے، محض کتابت انعقاد نکاح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے لئے کافی نہیں ہے، البتہ اگر نکاح کے لئے بطور اجازت زوجین میں سے کوئی تحریر لکھے تو اس تحریر کو ایک بار زبان سے ادا کرلینا انعقادِ نکاح کے لئے کافی ہوگا۔
نیز اس سے یہ اشارہ بھی ہے کہ لفظ میں تعدد ضروری نہیں، اگر بچوں کے ولی نے یا جانبین کے وکیل نے یہ کہا کہ میں نے اس کا نکاح فلاں کے ساتھ کردیا تو بھی کافی ہوگا۔

**ماضی:** نکاح کے منعقد ہونے کے لئے زوجین کو ماضی کا صیغہ استعمال کرنا ہوگا مثلاً کہے: کہ میں نے نکاح کردیا یا نکاح کرلیا دوسرا کہے میں نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ نکاح انشاء کے قبیل سے ہے اور صیغۂ ماضی اخبار گزشتہ پر دلالت کرتا ہے تو صیغۂ ماضی سے نکاح منعقد نہیں ہونا چاہئے۔ فما الجواب؟

تو جواب یہ ہے کہ ماضی کا صیغہ اگر چہ اخبار گزشتہ پر دلالت کرتا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں عند العقود ماضی کو انشاء کے لئے عاریۃً استعمال کیا جاتا ہے اور ماضی اظہارِ تیقن اور ثبوت تام پر دلالت کرتا ہے۔

**انشاء:** اثبات مالم یکن ثابتاً، انشاء کہتے ہیں غیر ثابت شدہ کو ثابت کرنا۔

**مستقبل:** اس سے مراد صیغۂ امر ہے جو مستقبل قریب پر دلالت کرتا ہے، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مضارع کے صیغہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، حالانکہ محیط وغیرہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ صیغۂ مضارع سے بھی نکاح منعقد ہو سکتا ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہوسکتی ہے کہ مستقبل کا امر پر حمل کرنا بطریق حصر نہیں بلکہ بطورِ مثال ہے کیونکہ امر محض مستقبل ہے جو حال پر دلالت کرتا ہے، برخلاف صیغۂ مضارع کے کہ یہ حال واستقبال دونوں پر دلالت کرتا ہے، اس لئے صیغۂ مضارع کے ساتھ نکاح درست نہیں ہوتا، ہاں اگر مضارع سے صرف زمانہ حال متعین ہو جائے تو اس سے بھی نکاح درست ہوسکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**وان لم یعلما معناہ:** انعقادِ نکاح کے وقت بطورِ ایجاب وقبول جو الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں عاقدین کا ان کے لغوی معنی سے واقف ہونا اور ان کو جاننا ضروری نہیں بلکہ صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں اس کا مقصد اور منشاء انعقادِ نکاح ہے تو سب کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا۔

اور اگر اتنا بھی نہ جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوتا ہے تو بھی نکاح صحیح قرار دینا چاہئے جیسا کہ طلاق وعتاق کا حکم ہے کہ معنی نہ جاننے سے بھی حکم نافذ ہو جاتا ہے، کیوں کہ لفظ کا مفہوم جاننے کا اعتبار وہاں ہوتا ہے جہاں قصد وارادہ ثابت کرنا ہو اور جن امور میں قصد وارادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ان میں ہزل ومتانت برابر ہوں تو وہاں مفہوم جاننے کی شرط نہ ہوگی۔ برخلاف بیع وغیرہ کے کہ ان میں قصد وارادہ کا تحقق ضروری ہے، اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے لفظ کے ذریعہ نکاح منعقد نہیں ہوتا جن کے معنی زوجین نہ جانتے ہوں، صاحب خزانۃ اور شیخ الاسلام کے نزدیک یہی مختار ہے، صاحب عمدۃ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، لیکن جمہور کے نزدیک قول اول ہی راجح ہے۔

**وأعلم ان قوله الخ:** عاقدین میں سے جس کی طرف سے بھی لفظ زوجنی یعنی امر کا صیغہ استعمال ہوگا یا تو یہ ایجاب ہے اور دوسرے کا قول قبول ہے، یا امر کے صیغہ کو توکیل پر محمول کیا جائے گا اور دوسرے کا قول ایجاب وقبول دونوں کے قائم مقام ہوگا یعنی ایک ہی کا قول وکالۃً ایجاب اور اصالۃً قبول ہے۔

صاحب بحرالرائق کہتے ہیں کہ امر کا صیغہ ایجاب ہے توکیل یعنی مخاطب کو وکیل بنانے پر محمول نہیں ہوگا، جب کہ صاحب شرح وقایہ فرماتے ہیں کہ لفظ **زوجنی** یعنی امر کا صیغہ ایجاب نہیں بلکہ مخاطب کو وکیل بنانا ہے اور دوسرے کا قول ایجاب وقبول دونوں کے قائم مقام ہوگا الگ سے قبول کی ضرورت نہیں ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ایک ہی لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے، مثلاً ایک شخص چچا کی نابالغہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور ولی بھی یہی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کیا یا لڑکا لڑکی دونوں نابالغ ہیں ایک ہی شخص دونوں کا ولی ہے یا مرد وعورت دونوں نے ایک ہی شخص کو وکیل بنا دیا یا اس ولی یا وکیل نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح ہو جائے گا، ان سب صورتوں میں قبول کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایک ہی لفظ ایجاب وقبول کے قائم مقام ہو جائے گا۔

**بخلاف البیع** : اس عبارت سے مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ بیع میں ایک ہی شخص ایجاب وقبول کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا ہے یعنی جس طرح نکاح میں زوجنی کے جواب میں دوسرا شخص زوجت کہہ دے تو صرف زوجت ایجاب وقبول کے قائم مقام ہوگا اور شخص اول کو قبلت کہنا ضروری نہیں ہوگا لیکن عقد بیع میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ یہ چیز بیچ دے اور پھر بائع نے کہا بعتُ (میں نے بیچ دی) تو اس صورت میں بیع منعقد نہ ہوگی جب تک کہ خریدنے والا اشتریت (میں نے خرید لیا) نہ کہہ دے کیونکہ بعت کہہ کر بائع نے صرف ایجاب کیا ہے اس لئے مشتری کو قبول کے لئے اشتریت کہنا ضروری ہوگا۔

**(ج) الانعقاد : هو الارتباط الشرعی**: انعقاد سے مراد ایجاب وقبول کے ساتھ ربط شرعی یعنی تینوں کا مجموعہ مراد ہے۔

**الایجاب: ما ذکر اولا من قوله: بعت واشتریت**، ایجاب کہتے ہیں متعاقدین میں سے پہلے کے کلام کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔

**القبول** : متعاقدین میں سے دوسرے کے کلام کو جو پہلے کے کلام پر مرتب ہو قبول کہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**التوكيل:** اقامة الغير مقام نفسه في التصرف ممن يملكه، یعنی دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام بنانا ان چیزوں کے تصرف میں جس کا وہ خود مالک ہے، توکیل کہلاتا ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۰

أَمَرَ اٰخَرَ اَنْ يُّنْكِحَ صَغِيْرَتَهٗ فَنَكَحَ عِنْدَ فَرْدٍ اِنْ حَضَرَ أَبُوْهَا صَحَّ، وَاِلَّا فَلَا كَأَبٍ يَنْكِحُ بَالِغَةً عِنْدَ فَرْدٍ اِنْ حَضَرَتْ صَحَّ.

(الف) اعراب لگا کر مطلب خیز ترجمہ کیجئے (ب) دونوں مسئلوں کی صورت بوضاحت لکھ کر دلائل کے ساتھ ان کی تشریح کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** باپ نے کسی دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اس کی چھوٹی بیٹی کا نکاح کردے، پس اس نے ایک آدمی کی موجودگی میں نکاح کر دیا اگر اس کا باپ موجود تھا (مجلس میں) تو نکاح صحیح ہو گیا ورنہ نہیں، جیسے باپ اگر بالغہ لڑکی کا ایک شخص کی موجودگی میں نکاح کرے، اگر بالغہ لڑکی مجلس میں حاضر ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

**(ب) تشریح:** نکاح میں دو گواہوں کی موجودگی شرط ہونے پر تفریع بیان فرمار ہے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی سے کہا کہ میری نابالغہ لڑکی کا نکاح فلاں سے کردے، وکیل نے ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح کر دیا تو اگر لڑکی کا باپ اس مجلس نکاح میں موجود تھا تو نکاح صحیح ہو گیا اور اگر باپ مجلس نکاح میں موجود نہ تھا تو نکاح صحیح نہ ہوگا، وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر نکاح کی مجلس میں نابالغہ کا باپ بھی موجود ہو تو باپ ہی عاقد قرار پائے گا اور وکیل دوسرے گواہ کے ساتھ مل کر دو گواہ ہو جائیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

گے تو نصابِ شہادت پایا گیا، اور اگر باپ موجود نہ ہو تو نصابِ شہادت نہ پائے جانے کی وجہ سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے باپ نے ایک شخص کے سامنے پڑھایا اور لڑکی عقد کے وقت موجود تھی تو نکاح صحیح ہو گیا اور اگر لڑکی مجلسِ نکاح میں موجود نہ ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر مؤکل مجلسِ عقد میں بذاتِ خود موجود ہو تو مؤکل ہی عاقد شمار ہوگا اور باپ اور دوسرا شخص مل کر دو گواہ بن جائیں گے تو نصابِ شہادت پورا ہو گیا لہٰذا نکاح بھی درست ہوگا، لیکن اگر مؤکلہ یعنی بالغہ لڑکی مجلسِ نکاح میں موجود نہ تھی تو نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں باپ عاقد ہوگا اور گواہ صرف ایک ہی رہا، اور صحتِ نکاح کے لئے کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، برخلاف اس صورت کے جب کہ بالغہ لڑکی مجلسِ نکاح میں موجود ہو تو باپ کے الفاظ لڑکی کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور حکماً وہ عورت مباشرۂ عقد بن جائے گی اور باپ اور شخصِ ثانی گواہ ہو جائیں گے۔

**فائدہ**: نکاح میں وکیل ایک سفیر اور معبر ہوتا ہے جو کہ مؤکل کی عبارت نقل کرتا ہے جب مؤکل حاضر ہو جائے گا تو وکیل کی عبارت حکماً مؤکل کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

❁❁❁

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۳۰

وَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ نِكَاحاً وَعِدَّةً وَلَوْ مِنْ بَائِنٍ وَوَطْياً بِمِلْكِ يَمِيْنٍ، وَبَيْنَ اِمْرَأَتَيْنِ اَيَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَكَراً لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْأُخْرٰى.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) جمع بین الاختین کی حرمت کی تین صورتیں مصنفؒ نے ذکر فرمائی ہیں آپ تینوں کو بالتفصیل مثالوں کے ساتھ بیان کریں (ج) اور (و بين امرأتين أيتهما الخ) سے ماتن نے ایک ضابطہ اوراصول ذکر فرمایا ہے، آپ مثالوں کے ذریعہ اس کی وضاحت کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور جمع کرنا (حرام ہے) دو بہنوں کو نکاح کے اعتبار سے اور عدت کے اعتبار سے اگر چہ وہ عدت طلاق بائنہ کی ہو، اور جمع کرنا حرام ہے دو بہنوں کو) وطی کے طور پر ملک یمین کے ذریعہ۔ اور ایسی دو عورتوں کو (بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام ہے) کہ ان دونوں میں سے ایک کو مذکر فرض کیا جائے تو دوسری عورت اس فرض کردہ مذکر کے لئے حرام ہو۔

**(ب) تشریح: والجمع بين الاختين نكاحاً:** مسئلہ یہ ہے کہ دو حقیقی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے قول "وان تجمعوا بين الاختين" کی بناء پر حرام ہے، کہ تمہارے لئے دو بہنوں کو (نکاح اور ہمبستری کے لئے) جمع کرنا حرام ہے۔

ابن فیروز دیلمی نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنے لئے منتخب کرلو (ترمذی شریف ج ۱ ص: ۲۱۴)

**وَعِدَّةً:** مثلاً تحسین نے مریم سے نکاح کیا اور اس کو طلاق بائن دے دی، ابھی مریم عدت ہی میں ہے اور مریم کا شوہر تحسین اس کی بہن شاذیہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ حرام ہے، جب تک مریم عدت میں ہے۔ طلاق بائن کی صورت میں اگر چہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نکاح ختم ہو جاتا ہے لیکن عدت کی حالت میں نکاح کے بعض احکام مثلاً، نان ونفقہ کی وجہ سے من وجہٍ نکاح باقی رہتا ہے، جس کی بناء پر یوں حکم لگے گا کہ ابھی نکاح باقی ہے، لہذا بہن کی عدت میں اس کی دوسری بہن سے نکاح کرنا بھی جمع بین الاختین ہی ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

**ووطیاً بملک یمین:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کی ملکیت میں ایک باندی ہے جس سے وہ وطی کرتا ہے تو اس کی دوسری بہن جو باندی ہے اس کو خرید کر اپنی ملکیت میں تو لے سکتا ہے، مگر اس سے وطی نہیں کرسکتا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یجمعن ماءہ فی رحم اختین**" کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنا پانی (منی) ہرگز دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے، یعنی بیک وقت دونوں بہنوں سے وطی نہ کرے، چاہے نکاح کے طور پر یا ملک یمین کے طور پر، اب اگر اس دوسری باندی سے وطی کرنا ہو تو اسکے لئے ضروری ہوگا کہ وہ پہلی باندی کو اپنے اوپر حرام کر لے، چاہے آزاد کر کے یا کسی سے بیچ کر یا کسی سے اس کا نکاح کرا کے۔

**(ج) وبین امرأتین ایتھما فرضت ذکراً الخ:**

فقہاء نے مسئلۂ جمع کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ اور ضابطہ بیان کیا ہے اور وہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن دو عورتوں میں سے کسی ایک کو مرد فرض کرنے سے باہم نکاح حرام ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، جیسے خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کا رشتہ، کوئی شخص نکاح میں بیک وقت خالہ اور بھانجی کو جمع نہیں کرسکتا کیونکہ اگر خالہ کو مرد فرض کرلیں تو وہ ماموں کہلائے گا اور ماموں کے لئے بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے، ایسے ہی پھوپھی اور بھتیجی کا رشتہ ہے اگر پھوپھی کو مرد مان لیں تو وہ چچا ہے اور چچا کا رشتہ بھتیجی سے حرام ہے، اس ضابطہ کی روشنی میں کوئی بھی شخص خالہ اور بھانجی،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پھوپھی اور بھتیجی کو بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا اور اگر خالہ کو طلاق دے دی ہو تو عدت کے زمانہ میں بھی بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا بلکہ عدت کے بعد ہی دوسری عورت یعنی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے، لیکن اس اصول اور ضابطہ میں حرمت کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ ہر دو جانب مرد فرض کرنے سے حرمت متحقق ہو اور اگر ایک ہی جانب سے ہو تو پھر حرمت نہ ہوگی، مثلاً عورت اور اس کے سابقہ شوہر کی بیٹی یا اسکے بیٹے کو جمع کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر عورت یا بیٹے کی بیوی کو مرد فرض کیا جائے تو ایک دوسرے سے نکاح حرام نہیں ہوتا ہے البتہ اس کے برعکس کی صورت میں حرام ہوتا ہے۔

جمع کرنے کی حرمت اور ممانعت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کرنے سے قطع رحم تک بات جا پہنچتی ہے جو سوکنوں کے باہمی لڑائی اور تنازع سے پیدا ہوتی ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۴

فَاِنْ تَزَوَّجَ أُخْتَ أَمَةٍ وَطِيَهَا لاَ يَطَأُ وَاحِدَةً حَتّٰى يُحَرِّمَ اِحْدَاهُمَا عَلَيْهِ اِمَّا بِاِزَالَةِ الْمِلْكِ عَنْ كُلِّهَا اَوْ بَعْضِهَا أَوْ بِالتَّزْوِيْجِ. فَاِنْ تَزَوَّجَهُمَا بِعَقْدَيْنِ وَنَسِيَ الْاُوْلٰى فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهُمَا نِصْفُ الْمَهْرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے ہر مسئلہ کو دلیل سے واضح کریں (ج) اور بتائیں کہ اگر دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو کیا حکم ہوگا؟ اور کیوں؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** پس اگر نکاح کرے اپنی اس باندی کی بہن سے جس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وطی کی ہوتو کسی سے وطی نہ کرے یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنے اوپر حرام نہ کرلے، یا تو مکمل طور پر ملکیت زائل کر کے یا بعض حصہ کی ملکیت کو زائل کر کے یا نکاح کرا کے۔

پس اگر نکاح کیا دو بہنوں سے دوعقدوں میں اور پہلی کو بھول گیا تو شوہر اور ان دونوں بہنوں کے درمیانی تفریق کردی جائے گی اور دونوں بہنوں کو نصف مہر ملے گا۔

**(ب) تشریح: فان تزوج اخت امۃ الخ:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی موطوءہ باندی کی بہن سے نکاح کرلیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا کیونکہ نکاح اہل سے صادر ہوا ہے اور اس کی نسبت اس کے محل کی طرف ہے، لیکن وہ دونوں میں سے کسی سے بھی وطی نہیں کرسکتا جمع بین الاختین کی وجہ سے، یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر حرام نہ کرلے، مثلاً منکوحہ کو طلاق دے دی یا اس سے خلع کرلے یا باندی کو فروخت کردے یا کل باندی یا اس کے بعض حصے کو آزاد کر دے یا ہبہ کر کے موہوب لہ کے حوالہ کردے یا نکاح صحیح کے ذریعہ دوسرے سے نکاح کرادے تب جا کر ایک سے وطی کرسکتا ہے۔

لیکن اگر اس نے اپنی باندی سے وطی نہ کی ہو اور باندی کی بہن سے نکاح کرلے تو اس صورت میں منکوحہ سے وطی کرسکتا ہے لیکن اپنی باندی سے نہیں، کیونکہ منکوحہ حکماً موطوءہ کے حکم میں ہوئی تو باندی سے وطی کرنے کی صورت میں بھی جمع بین الاختین وطیاً ہونا لازم آئے گا جو کہ ممنوع اور حرام ہے۔

**فان تزوجھما بعقدین الخ:** اگر کسی شخص نے دوعقدوں میں دو بہنوں سے نکاح کرلیا تو جو نکاح بعد میں ہوگا وہ فاسد ہو جائے گا اور شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے اگر وہ خود سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو تو قاضی علیحدگی کرادے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے دو عقدوں میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کرلیا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس بہن سے پہلے نکاح کیا تھا اور کس بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو ایسی صورت میں شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیان کرے، اگر وہ بیان کردے کہ فلاں بہن سے پہلے اور فلاں بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو اس کے بیان کے مطابق عمل کیا جائے گا، اگر شوہر بھی بیان نہ کرسکے تو پھر قاضی ان دونوں ہی سے تفریق کرادے، تفریق کے بعد ان دونوں بہنوں کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ دونوں کا مہر برابر ہو اور عقد کے وقت متعین ہوا ہو، اور یہ علیحدگی بھی جماع سے پہلے واقع ہوئی ہو، اور اگر دونوں کا مہر برابر نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے مہر کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر عقد کے وقت مہر متعین نہ ہو تو نصف مہر کے بجائے ایک ایک جوڑا کپڑا دونوں کو دیا جائے گا۔ اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی ہو تو ہر ایک کو اس کا پورا مہر ملے گا۔

(ج) اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو نکاح باطل ہوگا اور ان دونوں کو ان کے شوہر سے علیحدہ کردیا جائے گا، پھر یہ علیحدگی اگر قبل الوطی ہوئی تو اس صورت میں دونوں کے لئے مہر میں سے کچھ نہ ہوگا اس لئے کہ نکاح ہی صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بعد الوطی علیحدگی ہوئی ہے تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو دیا جائے گا۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۵

وَ صَحَّ نِكَاحُ الْكِتَابِيَّةِ وَ الصَّابِيَةِ الْمُؤْمِنَةِ بِنَبِيٍّ الْمُقِرَّةِ بِكِتَابٍ لَا عَابِدَةِ كَوَاكِبَ لَا كِتَابَ لَهَا ، وَنِكَاحُ الْمُحْرِمِ وَ الْمُحْرِمَةِ وَالْأَمَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْكِتَابِيَّةِ وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ بِنَاءً عَلَى أَنَّ التَّخْصِيصَ بِالْوَصْفِ يُوجِبُ نَفْيَ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) فیه کی ضمیر کا مرجع بتائیں نیز کتابیہ اور صابیہ کی تعریف کریں، صابیہ کی تعریف میں امام ابوحنیفہؒ اور حضرات صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہو تو اس کو بھی تحریر کریں، بعدہٗ مطلب بیان کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور صحیح ہے نکاح کتابیہ سے اور صابیہ سے جو کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو، ستارہ پرست نہ ہو اور بے کتاب نہ ہو، اور (صحیح ہے) محرم اور محرمہ کا نکاح اور مسلمان و کتابیہ باندی سے نکاح، اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اس قاعدہ کے بناء پر کہ تخصیص بالوصف ماعدا سے حکم کی نفی کو واجب کرتا ہے (ان کے نزدیک ہمارے نزدیک نہیں)

**(ب) تشریح: وفیه ای فی تزویج الامة الکتابیة**

(شرح الوقایہ ص:۱۶ حاشیہ۲)

**وصح نکاح الکتابیة والصابیة:** کتابیہ وہ عورت ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کتبِ سماویہ میں سے کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو جیسے "یہودیہ" کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی ہے، اور تورات کا اقرار کرتی ہے، اور "نصرانیہ" کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی ہے اور انجیل کا اقرار کرتی ہے، لہٰذا ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن صابیہ سے نکاح کے جواز میں اختلاف ہے، صابیہ صبأٌ سے مشتق ہے، جو اپنا دین ترک کرکے دوسرا دین اختیار کرلے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صابیہ سے نکاح جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، دراصل یہ اختلاف صابیہ کی تفسیر پر مبنی ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک صابیہ وہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر ایمان رکھتی ہے اور زبور کا اقرار کرتی ہے، اب اگر ایسا ہے تو وہ اہل کتاب میں سے ہوئی، لہٰذا ان سے نکاح جائز ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک صابیہ وہ ہے جو ستارہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پرست ہو اور کسی کتاب پر ایمان نہ رکھتی ہو تو اس صورت میں وہ بت پرست اور مشرکہ ہوگی، لہذا ان سے نکاح جائز نہ ہوگا، گویا فرقۂ صابی کے مذہب کے اشتباہ کی وجہ سے امام صاحبؒ اور امام صاحبینؒ میں اختلاف پیدا ہوا (البنایہ ج ۵ رص: ۷۶)

**ونکاح المحرم والمحرمۃ:** محرم ومحرمہ وہ ہے جنہوں نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو، ہمارے نزدیک محرم یا محرمہ حالتِ احرام میں نکاح کرلے تو یہ نکاح صحیح ہے، اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے اسی کے قائل امام مالکؒ وامام محمدؒ بھی ہیں، ان کی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا ینکح محرم ولا ینکح" یعنی محرم نہ اپنا نکاح کرے اور نہ ولی یا وکیل بن کر دوسرے کا نکاح کرائے، ہماری دلیل حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا، اور امام بخاریؒ نے یہ زیادتی بھی کی ہے کہ "وبنی بھا وھو حلال وماتت بسرف" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ کے ساتھ زفاف حلال ہونے کی حالت میں کیا اور حضرت میمونہؓ کا انتقال مقام سرف میں ہوا، اور قیاس بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ احرام کی حالت میں عقدِ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے، کیونکہ عقدِ نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے جو زبانی تلفظ ہے اور زبانی تلفظ کے ذریعہ عقود کرنے کی محرم کو اجازت ہے، جیسے کہ بیع وشراء وغیرہ، یہاں تک کہ اس کو باندی خریدنے کی بھی اجازت ہے، البتہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نکاح سے اس کا لغوی معنی وطی (جماع) مراد ہے، تو اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ احرام کی حالت میں وطی کرنا ممنوع ہے عقدِ نکاح نہیں، اور حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ محرم احرام کی حالت میں وطی نہ کرے۔

**والامۃ المسلمۃ والکتابیۃ:** ہمارے نزدیک باندی سے نکاح کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جائز ہے خواہ وہ باندی مسلمان ہو یا کتابیہ۔ جب کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باندیوں سے نکاح کی اجازت "من فتیاتکم المؤمنات" کے الفاظ سے دی ہے، اور فتیات کو مؤمنات کے وصف کے ساتھ خاص کیا ہے، اور ان کے نزدیک قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کو کسی وصف کے ساتھ خاص کر کے ذکر کیا جائے تو جہاں یہ وصف نہ ہو وہاں اس حکم کی نفی ہوگی، لہذا جو باندی مؤمنہ نہ ہو اس سے نکاح کی اجازت نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ تخصیص بالوصف ما عدا سے حکم کی نفی کو واجب نہیں کرتا، کیونکہ بسا اوقات وصف کا ذکر اتفاقاً یا عادتاً ہوسکتا ہے، یا اہمیت کو جتلانے کے لئے ہوسکتا ہے، لہذا اس سے ما عدا سے حکم کی نفی ثابت نہ ہوگی، دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کو مطلق رکھا ہے، آزاد ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب " یعنی حلال کی گئی تم پر وہ پاکدامن عورتیں جو اہل کتاب میں سے ہوں، کہ اس آیت میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح حلال ہونے کے لئے ان کے آزاد ہونے کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی، لہذا اہل کتاب عورتوں سے نکاح مطلقاً حلال ہوگا چاہے وہ کتابیہ عورت آزاد ہو یا باندی۔

کتابیہ باندی سے نکاح کے جواز میں ہمارے اور امام شافعیؒ کے درمیان ایک دوسرا اختلاف بھی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح مطلقاً حلال ہے چاہے آزاد عورت سے نکاح پر قادر ہو یا نہ ہو، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر آزاد عورت سے نکاح پر قادر ہو تو باندی سے نکاح جائز نہ ہوگا، ہماری دلیل "فانکحوا ما طاب لکم من النساء " اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ محرمات کے علاوہ ہر ایک عورت سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی، پھر باندی مسلمان ہو یا کتابیہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ: ۲۱

وَلاَ یُجْبِرُ وَلِیٌّ بَالِغَةً وَلَوْ بِکْراً، اِعْلَمْ اَنَّ وِلاَیَةَ الْاِجْبَارِ ثَابِتَةٌ عَلَی الصَّغِیْرَةِ دُوْنَ الْبَالِغَةِ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ ثَابِتَةٌ عَلَی الْبِکْرِ دُوْنَ الثَّیِّبِ، فَالْبِکْرُ الصَّغِیْرَةُ تُجْبَرُ اِتِّفَاقاً لاَ الثَّیِّبُ الْبَالِغَةُ اِتِّفَاقاً،وَ الْبِکْرُ الْبَالِغَةُ لاَ تُجْبَرُ عِنْدَنَا وَتُجْبَرُ عِنْدَهٗ وَالثَّیِّبُ الصَّغِیْرَةُ تُجْبَرُ عِنْدَنَا لاَ عِنْدَهٗ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے، ولی اور ولایتِ اجبار کی تعریف لکھئے، بالغہ باکرہ، اور ثیبہ صغیرہ پر ولی کی ولایتِ اجبار کے سلسلہ میں احناف اور شوافع کا کیا اختلاف ہے مفصل طور پر تحریر کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور ولی بالغہ پر جبر نہیں کر سکتا اگر چہ وہ باکرہ ہی کیوں نہ ہو، جان لو کہ ہمارے نزدیک ولی کو صغیرہ پر ولایتِ اجبار حاصل ہے بالغہ پر نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک باکرہ پر ولایتِ اجبار حاصل ہوگی ثیبہ پر نہیں، پس باکرہ صغیرہ پر بالاتفاق جبر کیا جائے گا اور ثیبہ بالغہ پر بالاتفاق جبر نہیں کیا جائے گا، اور باکرہ بالغہ پر ہمارے نزدیک جبر نہیں کیا جائے گا (صغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے) اور امام شافعیؒ کے نزدیک جبر کیا جائے گا (باکرہ ہونے کی وجہ سے) اور ثیبہ صغیرہ پر ہمارے نزدیک جبر کیا جائے گا (صغیرہ ہونے کی وجہ سے) اور ان کے نزدیک جبر نہیں کیا جائے گا (ثیبہ ہونے کی وجہ سے)

**(ب) تشریح:**

**ولی:** فقہاء کی اصطلاح میں ولی وہ شخص ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو خواہ دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**ولایت اجبار:** ولایت کے معنی تنفیذ القول علی الغیر" کے ہیں "اجبار" باب افعال کا مصدر ہے اس کے معنی جبر کرنا، بغیر رضامندی کے کوئی کام انجام دینا۔

اور اصطلاح شرع میں ولی، شرعی حکمت اور شفقت واخلاص کے ساتھ نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے اختیار خصوصی سے انجام دے تو وہ ولایتِ اجبار ہے۔

## ولایت اجبار کی دو قسمیں ہیں

(۱) ولایتِ اجبار مع الالزام (۲) ولایتِ اجبار بغیر الالزام

**ولایت اجبار مع الالزام:** ہمارے نزدیک باپ کو اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کو حاصل ہوتی ہے، ولایتِ اجبار مع الالزام میں نکاح ابتداءً اور انتہاءً دونوں طریقہ پر لازم ہوجاتا ہے، قبل البلوغ اور بعد البلوغ لڑکے اور لڑکی کو ان کے کیے ہوئے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

**ولایت اجبار بغیر الالزام:** ہمارے نزدیک عصبہ بنفسہ جیسے، چچا اور بھائی وغیرہ اور عصبات کے نہ ہونے کی صورت میں شرعی ضابطہ کے مطابق مخصوص حالات میں ماں پھر ذوی الارحام یعنی نانا، ماموں وغیرہ کو حاصل ہوتی ہے، اس میں از روئے قانونِ شرع وہ لڑکی بلوغ کے وقت یا بعد البلوغ حقِ فسخ نکاح کے علم کے وقت قاضی یا حاکمِ حلقہ کے ذریعہ اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ولایتِ اجبار صرف باپ اور دادا کو حاصل ہے اور اگر دادا بھی نہ ہو تو "السلطان ولی من لاولی له" کے ضابطہ سے مسلمان حاکم کو حق ولایت حاصل ہوگا، ولایت کا سبب احناف کے نزدیک صغر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بکر ہے خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہمارے نزدیک صغر کو ولایت کا سبب کم عقل ہونے کی وجہ سے قرار دیا گیا ہے، کیونکہ نصوص اتمامِ عقل سے پہلے شرع کا مکلّف نہیں بناتی، تو معلوم ہوا کہ اگر احکامِ شرع کا مکلّف ہے تو اجبار نہیں ہے اور اگر احکامِ شرع کا مکلّف نہیں ہے تو اجبار ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بکر کو ولایتِ اجبار کا سبب اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ وہ ناتجربہ کار اور بے خبر ہوتی ہے، کیونکہ باکرہ مردوں کے ساتھ عدم ممارست اور نہ رہنے کی وجہ سے مصالح نکاح اور مفاسد سے ناواقف ہے، اسی ناتجربہ کاری اور بے علمی کی وجہ سے ولی ولایتِ اجبار کے ساتھ مہر کے قبضہ کا بھی حق رکھتا ہے۔

**اعلم ان ولایۃ الاجبار** : ہمارے نزدیک ولایتِ اجبار کا سبب صغر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بکر ہے تو اب کل چار صورتیں نکلتی ہیں، دو اتفاقی اور دو اختلافی۔

**(۱) باکرہ نابالغہ** : اس پر ہمارے نزدیک بھی ولایت اجبار حاصل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی، ہمارے نزدیک صغر کی وجہ سے اور ان کے نزدیک بکر کی وجہ سے۔

**(۲) ثیبہ بالغہ** : اس پر نہ ہمارے نزدیک ولایتِ اجبار حاصل ہے اور نہ امام شافعیؒ کے نزدیک، علت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

**(۳) باکرہ بالغہ** : ہمارے نزدیک ولایتِ اجبار نہیں ہے جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ولایتِ اجبار حاصل ہے علتِ بکر کے پائے جانے کی وجہ سے۔

**(٤) ثیبہ صغیرہ** : ہمارے نزدیک اس پر ولایتِ اجبار حاصل ہے، علتِ صغر کی وجہ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ہے علتِ بکر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک باکرہ بالغہ لڑکی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس کے باپ نے زبردستی اس کا نکاح کردیا اور وہ اس نکاح کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پسند نہیں کرتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیارِ فسخ عطاء فرمایا، اگر ولایتِ اجبار کا تعلق بکر سے ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اختیار نہ دیتے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۰

وَيَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ وَاحِدٌ لَيْسَ بِفُضُوْلِيٍّ مِنْ جَانِبٍ وَهُوَ عَلٰى أَقْسَامٍ إِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَصِيْلاً وَوَلِيّاً أَوْ اَصِيْلاً وَوَكِيْلاً أَوْ وَلِيّاً مِّنَ الْجَانِبَيْنِ أَوْ وَكِيْلاً مِّنَ الْجَانِبَيْنِ أَوْ وَلِيّاً مِنْ جَانِبٍ وَوَكِيْلاً مِنْ جَانِبٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) "لیس بفضولی من جانب" کی قید کا فائدہ تحریر کریں، مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے مذکورہ اقسام کی مثالیں بھی بیان کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور ایک ہی شخص نکاح کے دونوں طرف (ایجاب وقبول) کا متولی ہوسکتا ہے، جبکہ وہ کسی جانب سے فضولی نہ ہو، اور اس کی چند صورتیں ہیں (۱) یہ کہ وہ شخص اصیل بھی ہو اور ولی بھی (۲) وہ اصیل بھی اور وکیل بھی (۳) یا وہ شخص دونوں کی جانب سے ولی ہو (۴) یا دونوں طرف سے وکیل ہو (۵) یا ایک جانب سے ولی اور ایک جانب سے وکیل ہو۔

**(ب) تشریح:** ماتنؒ نے "ویتولی طرفی النکاح" میں "لیس بفضولی من جانب" کی قید لگا کر فضولی کے لئے کلام واحد سے ایجاب وقبول کے اختیار کی نفی فرمائی ہے، اسی نفی کی وضاحت اس سے اگلی عبارت "لا یجوز ان یکون الواحد فضولیاً" کے ذریعہ کر رہے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص نکاح کے دونوں جانب یعنی ایجاب وقبول کا متولی ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ کسی جانب سے فضولی نہ ہو، اگر وہ کسی جانب سے فضولی ہو تو وہ اکیلا ایجاب وقبول کا متولی نہیں ہوسکتا، شارح وقایہؒ نے اس کی چند صورتیں بیان فرمائی ہیں (۱) یہ کہ وہ خود اصیل ہو اور دوسری جانب سے ولی ہو۔ جیسے فائز مریم کے چچا کا بیٹا ہے اور نابالغہ مریم فائز کے چچا کی بیٹی ہے، شرط مسئلہ یہ ہے کہ مریم کے باپ دادا موجود نہ ہوں اور ضابطہ شرعی کے مطابق ابن العم فائز ولی قرار دیا گیا ہو، اب اگر فائز اپنے چچا کی بنت صغیرہ سے اپنا نکاح کرلے تو یہ اپنی جانب سے تو اصیل ہے اور بنت عم کی جانب سے ولی ہے (۲) اصیل ہو اور وکیل ہو، جیسے کوئی عورت کسی مرد سے کہے کہ تو میرا نکاح کرادے اور وہ مرد اس کا نکاح اپنے آپ سے کرلے تو اس صورت میں یہ خود اصیل ہے اور عورت کی جانب سے وکیل ہے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ وہ شخص دونوں جانب سے ولی ہو، جیسے دادا عبداللہ، اپنے پوتے عبدالرحمٰن کا نکاح پوتی صائمہ سے کرادے اور یہ پوتی دوسرے بیٹے سے ہے اور ان دونوں کے باپ نہیں ہیں اور وہ دونوں نابالغ ہیں تو اس صورت میں دادا عبداللہ کلام واحد سے "زوجت صائمة مع عبدالرحمن" کہے تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا۔

(۴) دونوں جانب سے وکیل ہو، مثلاً کسی شخص نے دوسرے مرد کو اپنا وکیل بنایا کہ تو میرا نکاح کرادے، اور اسی مرد کو جو کہ وکیل ہے کسی عورت نے اپنے نکاح کا وکیل بنادیا تو اب یہ وکیل اس مرد وعورت کا ایک دوسرے سے نکاح کرادے۔

(۵) ایک جانب سے ولی اور ایک جانب سے وکیل ہو، مثلاً فائز نے شمس قمر کو صائمہ سے نکاح کرانے کے لئے اپنا وکیل بنایا، اور شمس قمر صائمہ کا باپ یا دادا ہے اور کسی حیثیت سے ولی نکاح بھی ہے، تو شمس قمر کلام واحد سے "زوجت صائمة بفائز" کہے تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۱

وَ صَحَّ نِكَاحُ أَمَةٍ زَوَّجَهَا مَنْ أُمِرَ بِنِكَاحِ اِمْرَأَةٍ لِآمِرِهٖ أَیْ اِنْ وَكَّلَ اَنْ يُّزَوِّجَهُ اِمْرَأَةً فَزَوَّجَهُ أَمَةً صَحَّ .

وَ صَحَّ نِكَاحُ الْأَبِ وَالْجَدِّ عِنْدَ عَدَمِ الْاَبِ اَلصَّغِيْرَ وَالصَّغِيْرَةَ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ فِي الْمَهْرِ أَوْ مِنْ غَيْرِ كُفُوءٍ لَا لِغَيْرِهِمَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ غبن فاحش کسے کہتے ہیں، نیز باپ دادا کے علاوہ ولی کے لئے نابالغ کا نکاح غبن فاحش کے ساتھ کرنا کیوں جائز نہیں ہے؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** کسی شخص کو نکاح کرانے کا حکم دیا گیا اور اس نے اپنے آمر کا نکاح کسی باندی سے کر دیا تو یہ صحیح ہے یعنی اگر کسی شخص نے کسی کو وکیل بنایا کہ میرا نکاح کسی عورت سے کرادے اور اس وکیل نے آمر کا نکاح کسی باندی سے کر دیا تو یہ درست ہے۔

اور صحیح ہے باپ کا اور باپ کی عدم موجودگی میں دادا کا نکاح کر دینا نابالغ لڑکے و لڑکی کا، مہر میں غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں، ان دونوں کے علاوہ دوسرے ولیوں کو یہ حق نہیں ہے۔

**(ب) تشریح:**

**وصحّ نکاح أمة:** مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً زید نے توصیف کو یہ حکم دیا کہ تو میرا نکاح کسی عورت سے کرادے اور توصیف نے زید کا نکاح کسی غیر کی باندی سے کرا دیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے اور بغیر کسی توقف کے نافذ ہوجائے گا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ آمر (زید) کی اجازت پر موقوف رہے گا، امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ آمر نے مطلق عورت سے نکاح کرنے کے لئے کہا ہے اور قاعدہ ہے "المطلق یجری علیٰ اطلاقه" کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے، اور لفظ امرأۃ میں آزاد و باندی دونوں داخل ہیں، لہذا باندی سے اگر نکاح کرادے تو بھی صحیح ہے۔ اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق متعارف پر محمول ہوتا ہے، اور عرف یہ ہے کہ کفوٗ میں نکاح کرایا جائے، اور باندی آزاد مرد کی کفوء نہیں ہے، لہذا اس نکاح کو آمر کی اجازت پر موقوف رکھا جائیگا، امام محمدؒ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں کفوء کا اعتبار استحساناً ہے، کیونکہ مطلق عورت سے نکاح پر تو ہر کوئی قادر ہوتا ہے اس کا دوسرے کو نکاح کرانے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہمسر عورت سے نکاح پر اس کی مدد طلب کررہا ہے، اور جب یہ بات ہے تو غیر کفوء میں نکاح کرانا توکیل کے خلاف ہے، لہذا یہ نکاح نافذ نہ ہوگا، فقیہ ابواللیثؒ اور امام طحاویؒ نے صاحبینؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

**فائدہ:** امام صاحبؒ اور امام صاحبینؒ کا اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ آمر نے مطلقاً امرأۃ کا لفظ استعمال کیا ہو اور اگر کسی متعینہ عورت مثلاً زینب سے نکاح کا حکم دیا یا آزاد وغیرہ کی قید لگائے تو بالاتفاق باندی سے نکاح درست نہ ہوگا۔

**وصح نكاح الأب والجد الخ:**

الغبن الفاحش: هو مالا يدخل تحت تقويم المقومين ،

وقيل : مالا يتغابن الناس فيه .

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح باپ کرے یا باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کرے تو بھی درست ہے خواہ مہر میں غبن فاحش کریں یا غیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کفوء میں نکاح کریں، لڑکے کے حق میں غبن فاحش یہ ہے کہ مہر حد سے زیادہ مقرر کردے، اور لڑکی کے حق میں غبن فاحش یہ ہے کہ مہر مثل سے بہت کم میں نکاح کردے، جسے عام طور پر لوگ گوارہ نہ کرتے ہوں، بہرصورت امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح صحیح ہے اور صاحبینؒ عدم جواز کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ ولایت شفقت کے ساتھ مقید ہے اور غبن فاحش کے ساتھ وغیر کفوٗ میں نکاح کرانا شفقت نہیں ہے، لہٰذا شفقت کے ندارد ہونے کی وجہ سے ولایت بھی ختم ہوجائے گی۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ باپ دادا کی شفقت کو خود شریعت نے تسلیم کیا ہے اس کا ثبوت کئی جگہ ملتا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ مہر میں غبن فاحش کے ساتھ نکاح کرانا یا غیر کفوء میں نکاح کرانا شفقت کے خلاف ہے ہمیں تسلیم نہیں ہے، کیونکہ نکاح کے بہت سارے مصالح ہوتے ہیں جو مہر سے بڑھ کر ہوتے ہیں اور بسا اوقات داماد کے دوسرے کمالات کی بناء پر مہر میں کمی یا کفوء میں ہمسری نہ ہونے کو برداشت کرلیا جاتا ہے، مثلاً جس کو داماد بنایا جارہا ہے وہ عالم فاضل ہو تو اس کو عدم شفقت نہیں کہا جاسکتا ہے۔

**لا لغیر هما** : یعنی باپ دادا کے علاوہ اگر کسی دوسرے ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح مہر میں غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفوء میں کرایا ہو تو صغیر وصغیرہ (نابالغ لڑکا ولڑکی) کو بالغ ہونے کی بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، کیونکہ باپ دادا کے علاوہ دوسرے ولیوں میں کامل شفقت ومحبت نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے جس کی وجہ سے انہیں فسخِ نکاح کا اختیار ملے گا۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۲

وَلاَ نِكَاحُ وَاحِدَةٍ مِّنْ اِثْنَتَيْنِ زَوَّجَهُمَا الْمَأْمُوْرُ بِوَاحِدَةٍ لِلْاٰمِرِ اَىْ اَمَرَ اٰخَرَ اَنْ يُزَوِّجَهُ اِمْرَأَةً فَزَوَّجَهُ اِمْرَأَتَيْنِ بِعَقْدٍ وَّاحِدٍ لاَيَصِحُّ نِكَاحُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا ، اَمَّا اِذَا زَوَّجَ بِعَقْدَيْنِ فَالْاَوَّلُ صَحِيْحٌ دُوْنَ الثَّانِيْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کیجئے، مسئلہ کی دونوں صورتیں بوضاحت لکھ کر دونوں کا حکم اور اس میں فرق کی وجہ تحریر کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور ان دو عورتوں میں سے ایک کا بھی نکاح صحیح نہیں ہے جن کا نکاح مامور بواحدۃ نے آمر کے ساتھ ایک ہی عقد میں کروایا ہو، یعنی اگر کسی نے دوسرے کو یہ حکم دیا کہ تو میرا نکاح کسی ایک عورت سے کردے پس اس مامور نے اس شخص کا نکاح دو عورتوں سے ایک عقد میں کردیا تو دونوں میں سے کسی ایک کا بھی نکاح درست نہ ہوگا، ہاں اگر اس نے دو عقدوں میں دو عورتوں سے نکاح کرایا ہو تو پہلی کا نکاح درست ہوگا، دوسری کا نہیں۔

**(ب) تشریح:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر ارقم نے زید کو مثلاً یہ کہہ کر وکیل بنایا کہ تم فلاں عورت سے میرا نکاح کردو، اب زید نے ایک ہی عقد میں دو عورتوں سے اس کا نکاح کردیا تو صاحب شرح الوقایہؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی عورت کا نکاح صحیح نہ ہوگا اور ارقم پر کسی کو بھی قبول کرنا اور اپنی زوجیت میں لینا ضروری نہیں ہے۔

یہاں عقلی طور پر تین احتمالات نکلتے ہیں (۱) دونوں کے نکاح کو نافذ کردیا جائے، یہ احتمال اس لئے باطل ہے کہ مؤکل نے ایک ہی عورت سے نکاح کی اجازت دی تھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

،لہٰذا موکل کی مخالفت کرنے کی وجہ سے یہ احتمال باطل ہے۔

(۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ ان میں سے ایک کے نکاح کو نافذ کر دیا جائے، لیکن یہ احتمال بھی باطل ہے، کیونکہ جس ایک عورت میں نکاح کو نافذ کریں گے جہالت کی وجہ سے وہ غیر متعین ہو جائے گی۔

(۳) تیسرا احتمال یہ ہے کہ ان میں سے ایک کو متعین کر کے اس کے عقد کو نافذ کر دیا جائے تو یہ احتمال بھی باطل ہے، اس لئے کہ جب عقدِ واحد کے تحت دونوں کا نکاح ہوا تو اولیت میں دونوں برابر ہیں، اب کسی ایک کو متعین کرنے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو درست نہیں ہے۔

ہاں اگر دو عورتوں سے دو عقدوں میں نکاح کرایا تو اول کا نکاح لازم ہوگا اور دوسری کا نکاح موقوف رہے گا، کیونکہ دوسری عورت کے نکاح میں وہ فضولی ہے، اور فقہی ضابطہ ہے کہ وکالت میں وکیل خاص موکل کے امر و مشورے کے تابع رہتا ہے، اگر وکیل خاص اپنی رائے سے کوئی امر جدید کرے تو وہ امر موکل پر لازم نہ ہوگا۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۴

صَحَّ النِّكَاحُ بِلَا ذِكْرِ مَهْرٍ وَ مَعَ نَفْيِهِ وَبِخَمْرٍ وَ خِنْزِيْرٍ وَبِهٰذَ الدَّنِّ مِنَ الْخَلِّ فَهُوَ خَمْرٌ وَبِهٰذَا الْعَبْدِ فَهُوَ حُرٌّ وَبِثَوْبٍ وَبِدَابَّةٍ لَمْ يُبَيِّنْ جِنْسَهُمَا وَبِتَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ وَبِخِدْمَةِ الزَّوْجِ الْحُرِّ لَهَا سَنَةً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) حضراتِ فقہاء اور اصولیین کے نزدیک جنس کی تعریف کیا ہے؟ اور ”الزوج“ کے ساتھ ”الحر“ کی قید اتفاقی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے یا احترازی واضح کریں (ج) نیز عبارت میں ذکر کردہ ہر ہر مسئلے کی الگ الگ تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ مذکورہ صورتوں میں کتنا مہر لازم ہوگا؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** نکاح صحیح ہے مہر کے ذکر کے بغیر اور مہر کی نفی کے ساتھ یا شراب کے بدلے یا خنزیر کے بدلے نکاح کرے، یا (کسی سرکہ کے مٹکے کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ) اس سرکہ کے مٹکے کے عوض اور وہ شراب نکلے، یا (کسی شخص کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ) اس غلام کے عوض اور وہ آزاد نکلے، یا مطلقاً کپڑا یا جانور کے عوض اور ان کی جنس بیان نہ کی ہو، اور تعلیم قرآن کے عوض نکاح کرے یا آزاد شوہر کے ایک برس عورت کی خدمت کی شرط پر نکاح کرے۔

(ب) الجنس عند الفقهاء والأصوليين : ما يحمل على كثيرين مختلفين بالاغراض ، فالثوب اجناس مختلفة وكذا الدّابة والحيوان والدار . (شرح الوقایہ ص: ۳۴، حاشیہ ۱۲)

"الزوج" کے ساتھ "الحر" کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔

واشار المصنفؒ به إلى انه لو جهلت المدة فسدت التسمية بالطريق الاولیٰ.

**(ج) تشریح:** وصح النكاح بلا ذكر مهر ومع نفيه: مسئلہ یہ ہے کہ اگر عقد نکاح کے وقت مہر کا ذکر ہی نہیں کیا یعنی مہر کے تعلق سے سکوت اختیار کیا اور مہر کی نفی بھی نہیں کی، دوسری صورت یہ ہے کہ مہر کی نفی کی یعنی عقدِ نکاح کے وقت یوں کہا کہ مہر نہیں دوں گا، تب بھی نکاح صحیح ہے اور مہر مثل لازم ہوگا، بشرطیکہ دخول پایا جائے یا زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے، اور طلاق قبل الدخول کی صورت میں متعہ واجب ہوگا جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک قبل الدخول طلاق کی صورت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یہاں شوہر پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

نکاح کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے "لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة" تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم عورتوں کو طلاق دو جماع سے پہلے یا مہر کی تعیین سے پہلے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جماع سے پہلے اور مہر کی تعیین سے پہلے طلاق دینا جائز ہے اور طلاق نکاح کے بغیر درست نہیں ہے، لہذا طلاق کا صحیح ہونا نکاح کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جب مہر کی تعیین کے بغیر طلاق درست ہے تو مہر کی تعیین کے بغیر نکاح بھی درست ہوگا، اور اس حکم میں برابر ہے خواہ مہر سے سکوت اختیار کیا گیا ہو یا مہر کی نفی کی گئی ہو، کیونکہ ذکر کے ترک کرنے اور ذکر کی نفی میں حکم مختلف نہیں ہوتا، جیسے کہ بیع میں ثمن کی نفی کی جائے یا ثمن کا ذکر ہی نہ ہو تو دونوں صورتوں میں بیع باطل ہو جاتی ہے۔

**وبخمر وخنزير** : خنزیر اور شراب کو مہر متعین کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ مہر کی تعیین نہ کی گئی ہو، کیونکہ شراب اور خنزیر مسلمانوں کے حق میں مال نہیں ہے، لہذا اس کا ذکر بے معنی ہے، اسی طرح مہر میں میتۃ اور دم کا ذکر بھی عدم ذکر کے درجہ میں ہے اور بے معنی ہے، کیونکہ یہ بھی مسلمانوں کے حق میں مال نہیں ہے۔

**وبهذا الدّن من الخل الخ: وبثوب وبدابة الخ**: یعنی مہر میں ایسی چیز ذکر کی جو مطلق ہو اور اس کی کوئی صفت وغیرہ بیان نہ کی ہو جو جہالت کو دور کرے اور متعین ہو جائے تب بھی نکاح درست ہو جائے گا، جیسا کہ مطلقاً کپڑا یا جانور یا مکان کا تذکرہ کیا ہو اور ان کی جنس وصفت بیان نہ کی ہو۔

**وبتعليم القرآن وبخدمة الزوج الخ**: ہمارے نزدیک تعلیم قرآن اور خدمتِ زوج کو مہر بنانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ مال نہیں ہے اور قرآن پاک میں "ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تبتغوا بأموالکم" کہا گیا ہے، البتہ اگر شوہر غلام ہو تو اس کا اپنی خدمت کو مہر بنانا صحیح ہوگا، اور اس پر بیوی کی خدمت واجب ہوگی، اور غلام کا اپنی خدمت کو مہر بنانا اس لئے صحیح ہے کہ اس کا اپنی خدمت کو سونپنا گویا کہ رقبہ کو سونپنا ہے اور اس کا رقبہ مال ہے۔

ان تمام صورتوں میں اگر چہ ان چیزوں کا مہر بنانا صحیح نہیں ہے، لیکن نکاح صحیح ہو جائے گا، کیونکہ صحتِ نکاح کے لئے مہر کا تذکرہ شرط نہیں ہے، لہذا ان صورتوں میں بھی ایسا ہی مانا جائے گا کہ مہر کا تذکرہ نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہو جائے گا، البتہ ان تمام صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا بشرطیکہ دخول پایا جائے، اور قبل الدخول کی صورت میں متعہ واجب ہوگا۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۸

وَتَجِبُ الْعِدَّةُ فِي الْكُلِّ اِحْتِيَاطاً اَیْ فِیْ جَمِیْعِ مَا ذُکِرَ مِنْ اَقْسَامِ الْخَلْوَةِ سَوَاءٌ وُجِدَ الْمَانِعُ كَالْمَرَضِ وَنَحْوِهٖ اَوْلَمْ يُوْجَدْ .

وَتَجِبُ الْمُتْعَةُ لِمُطَلَّقَةٍ لَمْ تُوْطَأْ وَلَمْ يُسَمَّ لَهَا مَهْرٌ اِلَّا لِمَنْ سُمِّیَ لَهَا مَهْرٌ وَطُلِّقَتْ قَبْلَ وَطْیٍ، اَلْمُطَلَّقَاتُ اَرْبَعٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خلوت کی تعریف اور اس کے اقسام لکھتے ہوئے عبارت کا مطلب تحریر کریں، (ج) اور مطلقات کی چاروں قسموں کی تفصیل مع احکام تحریر کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور احتیاطاً تمام صورتوں میں عدت واجب ہوگی، یعنی خلوت کی وہ تمام قسمیں (صحیحہ وفاسدہ) جو بیان کی گئیں (اس میں عدت واجب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوگی) خواہ مانع پایا جائے مثلاً مرض وغیرہ یا نہ پایا جائے۔

اور متعہ واجب ہوگا اس مطلقہ کے لئے جس سے وطی نہ کی گئی ہو اور نہ اس کے لئے مہر مقرر کیا گیا ہو، البتہ اس مطلقہ کے لئے (مستحب نہیں ہے) جس کا مہر متعین ہو اور اسے وطی سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو، طلاق دی ہوئی عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔

**(ب) خلوۃ:** بمعنی علیحدہ ہونا: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خلوت سے مراد یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کسی ایسی جگہ موجود ہوں کہ ان کے حالات سے لوگ ناواقف ہوں اور وہ ہم بستری کرسکیں، یعنی اگر عوام الناس کی جگہ بھی پہنچ جائیں اور میاں بیوی کو ایسے مقام پر بھی وطی کا موقع مل جائے اور وطی کرلیں تو یہ خلوتِ صحیحہ کہلائے گی اور اس سے مہر بھی واجب ہوجائے گا۔

بشرطیکہ خلوت میں کوئی مانع طبعی یا مانع شرعی یا مانع حسی موجود نہ ہو اگر ان موانع میں سے کوئی مانع پایا گیا تو یہ خلوت صحیحہ نہیں کہلائے گی بلکہ خلوتِ فاسدہ کہلائے گی اور نہ ایسی خلوت سے مہر مؤکد ہوگا۔

## خلوتِ صحیحہ کے لئے تین شرطیں ہیں:

(۱) مانع حسی (۲) مانع شرعی (۳) مانع طبعی

**مانع حسی:** یعنی خلوت میں زوجین کے علاوہ کوئی باشعور انسان یا بچہ نہ ہو۔

**مانع شرعی:** جس وقت میاں بیوی کے درمیان خلوت ہو تو اس وقت کوئی ایک رمضان کا روزہ نہ رکھا ہو یا حج فرض یا حج نفل کے احرام میں نہ ہو۔

**مانع طبعی:** میاں بیوی کو صحبت سے روکنے کے لئے کوئی طبعی اور فطری رکاوٹ نہ ہو، جیسے کوئی شدید بیماری یا شرمگاہ میں رتق (صحبت کی جگہ پیدائشی نہ ہو) یا قرن یعنی شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت بڑھا ہوا ہو جس سے جماع نہ ہوسکے یا میاں بیوی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں سے کوئی ایک نابالغ ہو جس سے جماع نہ کیا جا سکے، اور مراہق و مراہقہ اس سے خارج ہیں، کیونکہ ان کو ہمبستری پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔

**وتجب العدة فی الکل احتیاطاً:** یعنی خلوت کی تمام صورتوں میں چاہے وہ خلوت صحیحہ ہو یا فاسدہ ہو چاہے مانع پایا جائے یا نہ پایا جائے عورت پر احتیاطاً عدت واجب ہوگی، کیونکہ عدت شریعت میں ولد کا حق ہے اور اس حق کو مرد و عورت کے اس قول سے کہ "ہم نے وطی نہیں کی" باطل نہیں کیا جا سکتا اور چونکہ خلوت ہوئی ہے، لہٰذا امرد کے پانی (منی) سے عورت کے رحم میں شغل کا اندیشہ ہے تو عدت واجب ہوگی تاکہ براءتِ رحم کا یقین ہو جائے، کیونکہ عدت کا اصل مقصد براءتِ رحم کو معلوم کرنا ہی ہے۔

**وتجب المتعة لمطلقة لم توطأ:** مطلقہ کی قید سے وہ عورت خارج ہو گئی جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس کے لئے متعہ نہیں ہے خواہ وہ عورت موطوءہ ہو، یا غیر موطوءہ، کیونکہ موت سے کل مہر واجب ہوتا ہے اگر متعین ہو، ورنہ مہر مثل واجب ہوگا۔

مصنفؒ اس عبارت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کس مطلقہ کے لئے متعہ واجب ہے؟ کس کے لئے متعہ مستحب ہے اور کس نہیں دینا ہے، متعہ کے تین کپڑے ہوتے ہیں (۱) قمیص (۲) دوپٹہ (۳) ایسی چادر جو سر سے پیر تک بدن کو چھپا دے۔

**تشریح:** (۱) وہ مطلقہ عورت جس سے وطی نہ کی گئی ہو اور اس کے لئے مہر بھی متعین نہ ہو تو ایسی عورت کے لئے متعہ واجب ہے۔

(۲) وہ عورت جس کے لئے مہر متعین ہو اور دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو تو اس عورت کے لئے مسمّیٰ کا نصف ہوگا اور متعہ اس کے لئے مستحب نہیں ہے، اس کے علاوہ ہر مطلقہ کے لئے متعہ مستحب ہے، جس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ "ہر عورت کے لئے متعہ ہے سوائے اس عورت کے جس کا مہر مقرر ہو اور دخول نہ ہوا ہو تو اس کے لئے نصف مہر ہی کافی ہے" امام شافعیؒ کے نزدیک ہر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مطلقہ کے لئے متعہ واجب ہے، غیر مدخول بہا مسمّیٰ لہا کے لئے واجب نہیں، لیکن قول جدید وقدیم کے مطابق اس کے لئے بھی متعہ واجب ہے۔

**(ج) والمطلقات اربع:**

(۱) وہ مطلقہ عورت جس کو قبل الدخول طلاق دے دی گئی اور اس کے لئے مہر بھی متعین نہیں تھا تو اس کے لئے متعہ واجب ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے "لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوھن علی الموسع قدرہ و علی المقتدر قدرہ متاعاً بالمعروف".

(۲) وہ مطلقہ عورت جس کو قبل الدخول طلاق دی گئی ہو اور اس کا مہر متعین ہو تو اس کو نصف مہر ملے گا، اس کے لئے متعہ مستحب نہیں، نص قرآنی کی وجہ سے اس کو نصف مہر دیا جائے گا، "ولکم نصف ما فرضتم" (الآیۃ) اور چونکہ اس صورت میں منافع بضع حوالہ کرنے کے بعد طلاق دے کر نفرت پیدا کرنے کا باعث نہیں پایا گیا کہ اس کی وجہ سے قدرے واجب سے زیادہ دینا مستحب قرار دیا جائے، اس لئے اس صورت میں متعہ مستحب نہیں ہے۔

(۳) وہ مطلقہ عورت جس کو بعد الدخول طلاق دی گئی اور اس کا مہر متعین نہیں تھا تو اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

(۴) وہ مطلقہ عورت جس کو بعد الدخول طلاق دی گئی اور مہر متعین تھا تو اس کو پورا مہر ملے گا، ان دونوں صورتوں یعنی تیسری اور چوتھی قسم کی دونوں عورتوں کو بھی متعہ دینا مستحب ہے، اور متعہ کی مشروعیت کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانے کے بعد طلاق دے کر مرد نے اس کے دل میں نفرت ووحشت پیدا کر دی تو اس کی تلافی کے لئے قدرے واجب سے کچھ زائد دینا مناسب ہے جس سے اس کو خوشی ومسرت حاصل ہو، لہٰذا ان دونوں عورتوں کو متعہ دینا بھی مستحب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۹/۴۰

وَ اِنْ قَبَضَتْ اَلْفاً سُمِّیَ ثُمَّ وَهَبَتْهُ لَهٗ فَطُلِّقَتْ قَبْلَ وَطْیٍ رَجَعَ عَلَيْهَا بِنِصْفِهٖ ، وَاِنْ لَّمْ تَقْبِضْهُ اَوْ قَبَضَتْ نِصْفَهٗ ثُمَّ وَهَبَتِ الْكُلَّ اَوْ مَا بَقِیَ اَوْ وَهَبَتْ عَرَضَ الْمَهْرِ قَبْلَ قَبْضِهٖ اَوْ بَعْدَهٗ لاَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مذکورہ مسائل کی صورتیں نمبر وار تحریر کیجئے، پھر ہر ایک کا الگ الگ حکم مع دلیل لکھئے (ج) اور بتایئے کہ عرض سے کیا مراد ہے؟ مثال دے کر واضح کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ** : اور اگر عورت نے اپنے ایک ہزار درہم مسمیٰ پر قبضہ کر لیا پھر وہی ہزار درہم شوہر کو ہبہ کر دیا، پس اس کو وطی سے پہلے طلاق دے دی گئی تو شوہر اس سے نصف مہر رجوع کر سکتا ہے۔

اور اگر بیوی نے مہر پر قبضہ ہی نہیں کیا یا نصف مہر پر قبضہ کیا پھر پورا ما بقیہ ہبہ کر دیا، یا مہر کے سامان کو ہبہ کر دیا عرض مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد تو ان تمام صورتوں میں شوہر کو کچھ واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا۔

**(ب) تشریح**: سب سے پہلے یہ بات ذہن نشیں رہے کہ نکاح میں متعین کی جانے والی اشیاء کی دو قسمیں ہیں (۱) جو نکاح میں متعین کرنے سے پہلے متعین نہیں ہوتی جیسے نقود یعنی دراہم ودنانیر (۲) ایسی چیز جو متعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے جیسے عروض یعنی گندم وغیرہ۔ پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں (۱) عورت نے مہر پر قبضہ کیا یا نہیں؟ پھر ان کی دو صورتیں ہیں کہ اولاً عورت نے کل مہر کو ہبہ کیا یا بعض مہر کو ہبہ کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اب صورتِ مسئلہ سمجھئے کہ مہر میں ایسی چیز متعین کی جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتی وہ دراہم ودنانیر ہیں، مذکورہ مسائل کی صورتیں مع احکام کے نمبر وار ملاحظہ ہوں۔

(۱) **وان قبضت الفاً سمی ثم وھبتہ لہ**: ایک مرد نے کسی عورت سے ایک ہزار دراہم مقرر کر کے نکاح کیا اور شوہر نے ایک ہزار دراہم عورت کو دیدیئے اور عورت نے قبضہ کرلیا اور قبضہ کرنے کے بعد اس منکوحہ نے وہ ایک ہزار درہم بطور ہبہ شوہر کو لوٹا دیئے، اس کے بعد شوہر نے قبل الدخول طلاق دے دی، تو وہ شوہر اس عورت سے پانچ سو درہم واپس لے گا جو ان ایک ہزار سے الگ ہوں گے، کیونکہ طلاق قبل الدخول کی صورت میں نصف مہر واجب ہوتا ہے، اور وہ ایک ہزار درہم جو کل مہر تھا وہ ادا کر چکا تھا، تو اب اس عورت سے وہ پانچ سو دراہم واپس لے گا، اور عورت کا شوہر کو ہبہ کرنا ایسا ہو جائے گا گویا کہ عورت نے ان ایک ہزار دراہم کو خرچ کر دیا، اس لئے اب عورت اپنے پاس سے پانچ سو دراہم شوہر کو واپس کرے گی، کیونکہ عورت نے جو ہزار درہم ہبہ کئے ہیں وہ متعین مہر کا ہزار قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، اسلئے کہ دراہم ودنانیر متعین کرنے سے بھی متعین نہیں ہوتے، غرضیکہ ہبہ کا تعلق اس ہزار کے ساتھ ہے جو متعین طور پر مہر کا ہزار تھا، لہذا مرد کا نصف مہر یا پانچ سو دراہم پانے کا حق ابھی باقی ہے اس لئے وہ نصف مہر کا مستحق ہے۔

لیکن عروض اور سامان میں ایسا نہیں ہے وہ متعین کرنے سے متعین ہو جاتا ہے۔

(۲) **وان لم تقبضہ**: صورت مسئلہ یہ ہے کہ مریم نے مہر کے ایک ہزار درہم پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ زبانی طور پر اپنا پورا مہر مسمیٰ ہبہ یا معاف کر دیا تھا تو اس صورت میں اگر طلاق قبل الوطی ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے ”**لا یرجع علیھا بشیٔ**“ یعنی شوہر اس صورت میں بیوی سے کسی چیز کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، اس کا حکم پہلے مسئلہ سے مختلف ہے کیونکہ یہاں مہر پر قبضہ نہیں کیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۳) **او قبض نصفه** : تیسری صورت یہ ہے کہ مریم نے فائز سے نصف مہر وصول کیا اور کل مہر کو ہبہ کر دیا یعنی جو نصف مہر پر قبضہ کیا تھا وہ بھی شوہر کو دے دیا اور جو آدھا مہر شوہر کے پاس رہ گیا تھا اس کو بغیر قبضہ کئے ہوئے صرف زبانی طور پر ہبہ اور معاف کر دیا، اس صورت میں بھی طلاق قبل الوطی کی صورت میں شوہر بیوی سے مطالبہ نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہاں بھی پورا مہر پر قبضہ نہیں ہوا۔

(٤) **وما بقی**: اس کا تعلق دوسری صورت سے ہے، اور ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ مریم نے نصف سے کم مہر وصول کیا تھا، مثلاً چوتھائی یا ثلث مہر پر مریم نے قبضہ کرلیا تھا اور پھر باقی مہر کو زبانی طور پر ہبہ اور معاف کر دیا تھا، اس صورت میں بھی شوہر بیوی سے کسی رقم کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

(۵) **او وهبت عرض المهر** : یہاں صورت مسئلہ یہ ہے کہ مریم کا مہر روپیہ پیسہ نہیں ہے بلکہ عرض اور کوئی سامان ہے، مثلاً دس الماری یا دس جوڑے کپڑے یا دس بورے گیہوں یا چاول وغیرہ، کوئی سامان یا عرض کو مہر بنایا گیا، اور مریم نے مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے پورا سامان شوہر کو بطورِ ہبہ دے دیا، اسی طرح اس مسئلہ کی دوسری شق اور صورت یہ بھی ہے جس کو "او بعده" سے بیان کیا گیا ہے کہ مریم نے مہر کے سامان پر قبضہ کرنے کے بعد پھر شوہر کو کل سامان ہبہ کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ "لا یرجع علیها بشیءٍ" یعنی اگر طلاق قبل الوطی ہو تو شوہر بیوی سے کسی سامان کا کوئی مطالبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ عرض اور سامان شئ معین ہے اور عین شئ، مہر وصول کرنے کے بعد شوہر کو مزید مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

اور یہ سمجھا جائے گا کہ بیوی نے پورا مہر مسمّیٰ معین طور پر واپس کر دیا اس لئے اب شوہر کو طلاق قبل الوطی کی صورت میں بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ بیوی سے آدھا سامان مہر کا مطالبہ کر سکے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) اَلْعَرَضُ: بفتحتين اى المتاع، والمراد به ما يتعين بالتعيين في العقود والفسوخ من الاعيان ،مثلاً نكح على متاع كحيوان فوهبته له قبل القبض او بعده ثم طلقها قبل الدخول لا يرجع عليها بشيء.(شرح الوقايه ص: ۴۰/ حاشيه ۱۰)

## شرح وقایہ صفحہ:۴۲

وَاِنْ نَكَحَ بِهٰذَا اَوْ بِهٰذَا فَلَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ اِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا. وَ الْاَخَسُّ لَوْ دُوْنَهُ وَ الْاَعَزُّ لَوْ فَوْقَهُ .

وَلَوْ طُلِّقَتْ قَبْلَ وَطْيٍ فَنِصْفُ الْاَخَسِّ اِجْمَاعاً. وَاِنْ نَكَحَ بِهٰذَيْنِ الْعَبْدَيْنِ وَاَحَدُهُمَا حُرٌّ فَلَهَا الْعَبْدُ فَقَطْ اِنْ سَاوٰى عَشَرَةً وَاِنْ شَرَطَ الْبَكَارَةَ وَوَجَدَهَا ثَيِّباً لَزِمَهُ الْكُلُّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) لفظ ''اخس'' اور ''اعزّ'' کے لغوی ومرادی معنی لکھ کر عبارت کا مطلب لکھئے، نیز ہر ہر مسئلہ کی الگ الگ وضاحت کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ**: اور اگر نکاح کیا اس چیز یا اس چیز کے بدلہ میں تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا اگر مہر مثل ان دونوں کے درمیان ہو، اور گھٹیا چیز ملے گی اگر مہر مثل گھٹیا سے کم ہو اور عمدہ چیز ملے گی اگر مہر مثل اس سے اوپر (زائد) ہو۔

اور اگر اس عورت کو طلاق قبل الوطی دے دی جائے تو بالا جماع اخس کا نصف واجب ہوگا، اور اگر نکاح کیا ان دو غلاموں کے بدلہ میں حال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد نکلا تو عورت کے لئے صرف غلام ہوگا اگر (اس غلام کی قیمت) دس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

درہم کے برابر ہو، اور اگر عورت کے باکرہ ہونے کی شرط رکھی اور اس کو ثیبہ پایا تو کل مہر دینا لازم ہوگا۔

(ب) "اخس" اسم تفضیل ، من باب نصر، خس خسّا کم کرنا، گھٹانا، والمراد بالاخس ای الاقل الادنی لو کان مهر المثل اقل من اقلهما "أعز" اسم تفضیل من باب ضرب ، عزَّ عِزّا بڑھانا، ترقی دینا۔ والمراد بالاعز ای ارفع واعلیٰ قیمةً لو کان مهر المثل اکثر من اکثرهما قیمةً فالحاصل ان مهر المثل لا ینقص عن انقصهما ولا یزداد علی ارفعهما .

**تشریح**: وان نكح بهذا او بهذا الخ: مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے نکاح کے وقت دو غلاموں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میں مہر میں یہ غلام دوں گا یا وہ، یا یوں کہا کہ ان دونوں غلاموں میں سے کوئی ایک غلام دوں گا، اور حال یہ ہے کہ ان دونوں غلاموں کی قیمت میں کافی فرق ہے ایک کی قیمت دوسرے کے مقابلہ میں کافی کم ہے، مثلاً ایک غلام ایک ہزار کا ہے تو دوسرا دو ہزار کا ہے، تو اب بیوی کو کون سا غلام ملے گا؟ تو امام صاحبؒ کا مسلک اس صورت میں یہ ہے کہ عورت کے مہر مثل پر اس کے مہر کا مدار ہوگا، یہ دیکھا جائے گا کہ مہر مثل ان میں سے اخس یعنی کم قیمت والے سے کم ہے یا اعز یعنی زیادہ قیمت والے غلام سے زائد ہے یا ان کے بین بین ہے، اگر عورت کا مہر مثل اخس یعنی کم قیمت والے سے کم ہے تو اخس غلام ملے گا اور اگر اس کا مہر مثل اعز غلام سے زیادہ ہے تو اعز غلام بطور مہر ملے گا، اور اگر مہر مثل اخس اور اعز دونوں غلاموں کے درمیان ہے تو اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

امام صاحبینؒ کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں عورت کو اخس یعنی کم قیمت والا غلام ملے گا خواہ وہ اس کے مہر مثل سے کم ہو یا زیادہ یا دونوں کے بین بین ہو، بہر صورت اخس غلام ہی مہر میں دیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ان حضرات کی دلیل سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ بدل بضع میں موجبِ اصلی مہر مسمی ہے یا مہر مثل ہے؟ صاحبینؒ کے نزدیک موجبِ اصلی بدل بضع میں مہر مسمیٰ ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک مہر مثل ہے۔

اب صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے چوں کہ ان کے یہاں مہر مسمیٰ اصل ہے، لہٰذا جب اصل پر عمل کرنا ممکن ہوگا تو بدل یعنی مہر مثل کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا، اور صورت مسئلہ میں اخس غلام کو مہر بنا کر اصل یعنی مسمیٰ پر عمل کرنا ممکن ہے، کیونکہ اخس قیمتاً اقل ہے اور اقل متعین ہوا کرتا ہے، لہٰذا یہاں بھی وہ اقل قیمت والا اخس غلام ہی عورت کا مہر ہوگا اور مہر مثل کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔

اور امام صاحبؒ کے نزدیک مساوی اور عدل وانصاف کی رو سے مہر مثل ہی بضع کا بدلِ اصلی ہے اور صحتِ تسمیہ کی صورت میں عورت کے فائدہ کو دیکھتے ہوئے اس سے عدول کیا جاتا ہے، لیکن صورتِ مسئلہ میں شوہر نے "**علیٰ هٰذا العبد او علیٰ هٰذا العبد**" یہ کلمات کہہ کر مسمی میں شک اور تردد پیدا کر دیا اور شک کی وجہ سے تسمیہ فاسد ہو جاتا ہے، لہٰذا اب اس کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور موجبِ اصل اور بدلِ حقیقی یعنی مہر مثل ہی کو واجب کہا جائے گا، اس لئے کہ وہی اعدل ہے اور وہ کمی زیادتی کو قبول نہیں کرتا ہے۔

**ولو طلقت قبل وطی الخ:** مذکورہ بالا صورت میں اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہو جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف اخس یعنی کم قیمت والے غلام کی قیمت کا آدھا واجب ہوگا، اور یہ نصف اخس بطریق متعہ ہے۔

**اعتـــــراض:** لیکن امام صاحبؒ کے مسلک پر اعتراض ہوتا ہے کہ مہر مثل کی صورت میں طلاق قبل الوطی میں تو متعہ واجب ہونا چاہئے، حالانکہ صورتِ مسئلہ میں تو طلاق قبل الدخول کے وقت متفقہ طور پر نصف اخس کو واجب قرار دیا گیا ہے آخر ایسا کیوں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں متعہ ہی واجب ہونا چاہئے لیکن عام طور پر نصف اخس متعہ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور شوہر نے اخس غلام کو مہر بنا کر اس بڑھوتری اور زیادتی کا زبان حال سے اقرار کرلیا ہے، اس لئے عورت کے فائدہ کے لئے ہم نے متعہ کو چھوڑ کر یہاں نصف اخس کو واجب کیا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی عورت کا متعہ نصف اخس سے زائد ہوگا تو اب ہمارے یہاں متعہ واجب ہوگا نصف اخس نہیں۔

**وان نکح بھٰذین العبدین:** صورت مسئلہ یہ ہے کہ توصیف صاحب نے کسی عورت سے نکاح کیا اور دو غلاموں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ان دو غلاموں کے بدلے، لیکن ان دونوں میں سے ایک آزاد نکلا تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس عورت کے لئے وہی ایک غلام بطورِ مہر ہوگا بشرطیکہ اس غلام کی قیمت دس درہم کے برابر ہو، اور اگر اس غلام کی قیمت دس درہم سے کم ہے مثلاً آٹھ درہم ہے تو وہ غلام دیا جائے گا اور مزید دو درہم دیئے جائیں گے تاکہ اقل مہر یعنی دس درہم پورے ہوجائیں، اور اگر دونوں ہی غلام آزاد نکلے تو تسمیہ کے فاسد ہونے کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوگا۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ وہ عورت اس غلام کو لے گی اور آزاد مرد کی قیمت لے گی، اگر آزاد مرد کو غلام فرض کیا جائے تو جو اس کی قیمت ہوگی وہی قیمت لگائی جائے گی، اسی قول کو ابن کمال پاشا نے ترجیح دی ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک مہر مثل پورا ہونے تک غلام واجب ہوگا، اس وجہ سے کہ اگر یہ دونوں آزاد ہوتے تو مہر مثل واجب ہوتا، اب جبکہ ایک غلام ہے تو ایک غلام واجب ہوگا مہر مثل تک یعنی اگر غلام کی قیمت مہر مثل سے کم ہے تو اس کو پورا کیا جائے گا، مثلاً مہر مثل دو ہزار ہے اور غلام کی قیمت ایک ہزار ہے تو غلام کے ساتھ ایک ہزار اور دیا جائے گا تاکہ مہر مثل کی تکمیل ہوجائے، امام محمدؒ کی دلیل کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ اتحادِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جنس کی صورت میں اشارہ کا اعتبار کرتے ہیں۔

**وان شرط البکارۃ:** اگر فائز نے مریم سے عقدِ نکاح کیا ایک لاکھ روپیے مہر پر اور مریم کے باکرہ ہونے کی شرط لگائی، نکاح کے بعد مریم بجائے باکرہ ہونے کے ثیبہ نکلی تو فقہاء فرماتے ہیں کہ باکرہ نہ ہونے کی وجہ سے مہر کم نہیں کیا جائے گا، بلکہ مقررہ مہر پورا دیا جائے گا، وصف مرغوب کے فوت ہونے کی وجہ سے مہر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس کا پردۂ بکارت اچھل کود کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے زائل ہوا ہے۔

اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا اور یوں کہا کہ اگر وہ باکرہ ہوگی تو مہر مثل سے زائد مہر دوں گا، لیکن وہ باکرہ نہ نکلی تو مہر مثل ہی واجب ہوگا، مہر مثل سے زائد واجب نہ ہوگا۔ (ہکذا فی البزازیۃ)

## شرح وقایہ صفحہ: ۴۳

وَصَحَّ اِمْهَارُ فَرَسٍ وَثَوْبٍ هَرَوِيٍّ بَالَغَ فِيْ وَصْفِهٖ أَوْلاَ، وَمَكِيْلٍ اَوْ مَوْزُوْنٍ بَيَّنَ جِنْسَهٗ لاَ صِفَتَهٗ، وَيَجِبُ الْوَسَطُ اَوْ قِيْمَتُهٗ وَاِنْ بَيَّنَ جِنْسَ الْمَكِيْلِ اَوِ الْمَوْزُوْنِ وَوَصْفَهٗ فَذَالِكَ وَلاَ يَجِبُ شَيْءٌ بِلاَ وَطْيٍ فِيْ عَقْدٍ فَاسِدٍ وَاِنْ خَلاَ، فَاِنْ وَطِئَ فَمَهْرُ الْمِثْلِ وَلاَ يُزَادُ عَلٰى مَا سُمِّيَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) ثوب ہروی، مکیل، موزون، جنس اور صفت کی مراد واضح کریں اور ذٰلک کا مشار الیہ تحریر کریں (ج) عبارت میں مذکور ہر مسئلہ اور اس کے حکم کو الگ الگ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور صحیح ہے گھوڑے اور ہروی کپڑے کا مہر مقرر کرنا اگر چہ کہ اس کے وصف میں مبالغہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اسی طرح کیلی یا وزنی چیز کو مہر مقرر کرنا (صحیح ہے) جب کہ اس کی جنس (نوع) بیان کر دی ہو لیکن اس کی صفت بیان نہ کی ہو، اور واجب ہوگی درمیانی چیز یا اس کی قیمت، اور اگر کیلی یا وزنی چیز کی جنس بھی بیان کر دی اور صفت بھی تو وہی واجب ہوگا۔

اور نکاح فاسد میں بغیر وطی کے کوئی چیز واجب نہ ہوگی اگر چہ بیوی کے ساتھ خلوتِ صحیحہ کی ہو، پس اگر وطی کرے، تو مہر مثل واجب ہوگا اور مہر مسمی پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

**(ب) ثوب هروي اي منسوب إلى هراة بلدة معروفة۔**

**مکیل وموزون:** یعنی مہر میں کوئی کیلی چیز جس کو کیل کیا جاتا ہے مقرر کرے مثلاً: گیہوں یا چاول وغیرہ، یا وزنی چیز جس کو وزن کر کے دیا جاتا ہے مقرر کرے مثلاً لوہا، پیتل وغیرہ۔

**جنس:** اس عبارت میں جنس سے مراد نوع ہے، فقہاء اور اصولین کے نزدیک جنس بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایسی اشیاء پر ہوتا ہے جو اغراض اور احکام میں مختلف ہیں، ماہیت کے لحاظ سے خواہ مختلف ہوں یا متحد، جیسے حیوان، چوپایہ اور انسان، اور یہاں جنس بول کر نوع مراد ہے یعنی ایسا لفظ جو متفق الاغراض اشیاء کثیرہ پر صادق آئے، مثلاً غلام گھوڑا اور گندم وغیرہ۔

**صفة:** ای الجودة والرداءة.

**فذٰلک:** ای الواجب ذٰلک المسمیٰ.

**(ج) تشریح:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر مطلقاً جانور یا کپڑے کو مہر بنایا تو یہ تسمیہ صحیح نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channnel : New Madarsa

ہوگا، لیکن اگر کپڑے یا جانور کی جنس بیان کردی تو تسمیہ صحیح ہو جائے گا، چاہے اس کے وصف میں مبالغہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، مثلاً یوں کہا کہ مہر میں گھوڑا دوں گا یا ہروی کپڑا دوں گا تو تسمیہ صحیح ہوگا، اسی طرح اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز کی جنس تو بیان کردی لیکن اس کی صفت بیان نہیں کی، مثلاً یوں کہا کہ ایک کوئنٹل گیہوں یا چاول دوں گا لیکن اس کی صفت بیان نہیں کی تو تسمیہ درست ہوگا اور ان تمام صورتوں میں ان چیزوں کا اوسط واجب ہوگا یا اوسط شئی کی قیمت واجب ہوگی، مثلاً اگر گھوڑا کہا تھا تو وہ گھوڑا واجب ہوگا جو نہ ادنیٰ ہو اور نہ اعلیٰ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان کی قیمت والا گھوڑا واجب ہوگا یا اس کی قیمت واجب ہوگی، اسی طرح گیہوں، چاول وغیرہ میں اوسط قسم کے گیہوں اور چاول واجب ہوں گے۔

**وان بیّن جنس المکیل الخ:** اور اگر کیلی یا وزنی چیز کی جنس کے ساتھ اس کی صفت بھی بیان کردی، مثلاً یوں کہا کہ ایک کوئنٹل باسمتی چاول دوں گا تو باسمتی چاول ہی واجب ہوں گے، یا یوں کہا کہ سو روپیے میٹر والا ہروی کپڑا دس میٹر دوں گا تو وہی کپڑا واجب ہوگا۔

**ولا یجب شيء بلا وطی فی عقد فاسد:** عقدِ فاسد اس کو کہتے ہیں جس میں نکاح کے شرائطِ صحت مفقود ہوں، مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح یا دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح یا چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح یا معتدۂ غیر سے نکاح وغیرہ۔

اب صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح فاسد کرلیا اور وطی سے پہلے دونوں میں تفریق کرادی گئی تو اس صورت میں شوہر پر کچھ واجب نہ ہوگا، نہ نصف مسمّٰی نہ متعہ اگر چہ خلوتِ صحیحہ ہوگئی ہو، کیونکہ عقد فاسد واجب الرفع ہے اس میں محض عقد سے کوئی چیز واجب نہ ہوگی، جب تک کہ وطی پائی نہ جائے اگر وطی پائی گئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تو مہر مثل واجب ہوگا، اگر مہر مثل مسمی سے کم ہو یا مسمی کے برابر ہو، اور اگر مہر مثل مسمی سے زائد ہو تو مسمّٰی پر زیادتی واجب نہ ہوگی، کیونکہ عورت خود اپنے مہر مثل کی کمی پر راضی ہے۔

لیکن امام زفرؒ کے نزدیک تمام صورتوں میں مہر مثل ہی واجب ہوگا چاہے مہر مثل مسمّٰی سے کم ہو یا زیادہ، بیع فاسد پر قیاس کرتے ہوئے، کیونکہ بیع فاسد میں قیمت واجب ہوتی ہے، چاہے قیمت ثمن سے کم ہو یا زیادہ، اسی طرح نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوگا خواہ مہر مسمّٰی سے کم ہو یا زیادہ، البتہ امام زفرؒ کا یہ قول درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ بیع کے عوض اس میں مال متقوم پایا جاتا ہے فی نفسہ لیکن مہر میں ایسا نہیں ہے، لہٰذا اس کے بدل کا اندازہ اس کی قیمت سے لگے گا، لیکن یہاں نکاح فاسد کو بیع فاسد پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ:۴۴

وَمَهْرُ مِثْلِهَا مَهْرُ مِثْلِهَا مِنْ قَوْمِ اَبِيْهَا وَقْتَ الْعَقْدِ، سِناً وَجَمَالاً وَمَالاً وَعَقْلاً وَدِيْناً وَبَلَداً وَعَصراً وَبَكَارَةً وَثِيَابَةً فَاِنْ لَّمْ تُوْجَدْ مِنْهُمْ فَمِنَ الْأَجَانِبِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے "مهر مثلها" کو مکرر کیوں لایا گیا ہے دونوں کی مراد ایک ہے یا الگ الگ؟ نیز بتائیے کہ مہر مثل کسے کہتے ہیں اور مہر مثل میں لڑکی کی ماں اور خالہ کے مہر کا کب اعتبار ہوتا ہے؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ** :اور عورت کا مہر مثل اس کے باپ کے خاندان سے اس جیسی عورت کا مہر ہے عقدِ نکاح کے وقت۔ (مماثلت میں) عمر کا حسن و جمال کا مال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کا عقل کا دینداری کا شہروزمانہ کا اور باکرہ وثیبہ ہونے کا (اعتبار کیا جائے گا) پس اگر اس کے باپ کے خاندان میں اس جیسی کوئی عورت نہ پائی جائے تو اجنبی عورتوں میں مماثلت کا اعتبار کریں گے۔

(ب) مصنفؒ یہاں سے مہر مثل کی وضاحت کر رہے ہیں، چنانچہ فرمایا ''ومھر مثلھا'' یہ مبتداء ہے اوردوسرا''مھر مثلھا''خبر ہے اور''من قوم ابیھا'' دوسرے لفظ مثل کے ساتھ متعلق ہے اور اس سے لغوی مماثلت مراد ہے، اس سے لغوی معنی مراد لینے سے یہ شبہ دور ہوگیا کہ مبتدا اور خبر کے متحد ہونے کی وجہ سے اخبار الشئی بنفسہ لازم آرہا ہے، کیونکہ ''مھر مثلھا'' جو مبتدا ہے اس سے شرعی اصطلاح مراد ہے اور دوسرا''مھر مثلھا'' جو کہ خبر ہے اس سے لغوی مفہوم مراد ہے جو کہ ''من قوم ابیھا'' کی قید سے مقید ہے، لہذا مراد کے لحاظ سے اتحاد نہ رہا۔

**مھر مثل:** کسی بھی عورت کا مہر مثل اس کے باپ کے خاندان کی اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہے وہی اس عورت کا مہر مثل ہوگا یعنی مماثلت میں باپ کے خاندان کی عورتوں کا اعتبار ہوگا، جیسے کہ اس کی بہنیں یا پھوپھیاں یا چچازاد بہنیں، اس کی ماں وخالہ کے خاندان کی عورتوں کا اعتبار نہیں ہوگا۔

**تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں عورت کے مہر مثل کو قرابت داری میں اس کے باپ کی طرف منسوب عورتوں کے مہر مثل پر قیاس کیا جائے گا، اور اس کی بہنوں، پھوپھیوں اور چچازاد بہنوں کے مہر کو دیکھ کر اس کا مہر بھی متعین اور مقرر کیا جائے گا، اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول 'لھا مھر مثل نسائھا وھن اقارب الأب'' ہے جو ہمارے لئے حجت ہے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ عورت کو دیگر عورتوں کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور نسب میں چونکہ باپ کا اعتبار ہوتا ہے، اسلئے جن عورتوں کی طرف نسبت کی گئی ہے وہ باپ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قرابت دار ہوں گی اور باپ کی قرابت دار عورتوں میں اس کی پھوپھی، بہن وغیرہ ہیں، لہذا ان ہی کے مہر کو عورت کے مہر مثل کے لئے معیارِ اصل اور بنیاد مانیں گے۔

باپ کے رشتہ دار عورتوں کے مہر کو اصل اور بنیاد ماننے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ہر انسان اپنے باپ کی قوم کا ہم جنس ہوتا ہے اور ہر شئی کی قیمت اس کی ہم جنس چیز میں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے، اس لئے باپ کی قرابت دار عورتوں کے مہر کو دلیل بنا کر اور سامنے رکھ کر مہر مثل کا فیصلہ ہوگا۔

**سناً وجمالاً ومالاً وعقلاً الخ**: ایک عورت کے مہر مثل کو دوسری عورت کے مہر پر قیاس کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں عورتیں عمر، خوبصورتی، مال، عقل، دین، شہر اور زمانہ کے اعتبار سے ایک ہوں اور ان تمام چیزوں میں وہ مساوی اور برابر ہوں، کیونکہ ان چیزوں میں اختلاف اور تبدیلی کی وجہ سے مہر مثل میں بھی اختلاف اور کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے، چنانچہ کم سن اور خوبصورت عورتوں کا مہر سن رسیدہ اور سانولی عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا۔

نیز باکرہ وثیبہ میں بھی مساوات وبرابری ضروری ہے یعنی باکرہ عورت کے مہر کو باکرہ عورت کے مہر مثل کے لئے یا ثیبہ کے مہر کو ثیبہ کے مہر مثل کے لئے تو دلیل بنا سکتے ہیں لیکن باکرہ عورت کے مہر کو ثیبہ کے لئے اور ثیبہ کے مہر کو باکرہ کے لئے دلیل نہیں بنا سکتے، کیونکہ بکارت وثیوبت کے اعتبار سے بضع کی قیمت میں کافی اختلاف ہوتا ہے اس لئے ان چیزوں میں بھی یکسانیت اور مماثلت ضروری ہے۔

**فان لم توجد منهم فمن الأجانب**: اگر مذکورہ اوصاف والی عورتیں باپ کے خاندان میں نہ ہوں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا، اگر اجنبی قوم میں بھی باپ کے قوم کی مماثلت نہ پائی جائے تو مہر مثل شوہر کی قسم کے ساتھ ہوگا۔

اگر عورت کی ماں اور اس کی خالہ اس کے قبیلے اور اس کے باپ کے خاندان کی نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوں تو ان کے مہر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ شی کی قیمت اس کی جنس کو دیکھ کر معلوم کی جاتی ہے اور یہاں جنس میں تغیر اور اختلاف ہے، البتہ اگر ماں اور خالہ عورت کے باپ کی قوم سے ہوں، مثلاً عورت کی ماں اس کے باپ کی چچازاد بہن ہو تو اب اس صورت میں اسکے مہر کو اس کی بیٹی کے مہر مثل کے لئے اصل اور دلیل مانیں گے۔

ابن ابی لیلیٰ مہر مثل میں عورت کی ماں اور جو عورتیں ماں کی جانب منسوب ہیں ان کا اعتبار کرتے ہیں، مثلاً خالائیں وغیرہ، اس دلیل پر کہ مہر عورتوں کے بضع کی قیمت ہے، لہذا عورتوں کی جانب سے جو قرابت ہے مہر مثل میں ان ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۴۸

وَاِنْ اِخْتَلَفَا فِی الْمَهْرِ فَفِیْ اَصْلِهٖ یَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ اِجْمَاعاً. وَفِیْ قَدْرِهٖ حَالَ قِیَامِ النِّكَاحِ اَلْقَوْلُ لِمَنْ شَهِدَ لَهٗ مَهْرُ الْمِثْلِ مَعَ یَمِیْنِهٖ وَاَیٌّ اَقَامَ بَیِّنَةً قُبِلَتْ ، شَهِدَ مَهْرُ الْمِثْلِ لَهٗ اَوْلَهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں (ب) مطلب لکھیں، اصل مہر اور اس کی مقدار میں زوجین کے اختلاف کی تمام صورتیں ان کے حکم کے ساتھ الگ الگ تحریر کریں اور بتائیں کہ مہر مثل سے کیا مراد ہے؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور اگر اصل مہر کے بارے میں شوہر و بیوی کے درمیان اختلاف ہو تو بالاتفاق مہر مثل واجب ہوگا، اور اگر مہر کی مقدار کے بارے میں نکاح کے قائم رہتے ہوئے اختلاف ہو تو اس کا قول قبول کیا جائے گا مہر مثل جس کا شاہد ہو یمین کے ساتھ، اور دونوں میں سے جو بھی بینہ قائم کرے اس کے بینہ کو قبول کر لیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جائے گا چاہے مہر مثل مرد کی بات کا شاہد ہو یا عورت کی بات کا۔

(ب) **تشریح**: وان اختلفا فی المھر ففی اصلہ الخ: میاں بیوی کے درمیان مہر کے مسئلہ میں اختلاف کی چند صورتیں ہیں (۱) اختلاف اصل مہر کے مقرر کرنے میں ہو ایک مہر کے متعین ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا مہر کی تعیین سے انکار کرتا ہے (۲) اختلاف مقدار مہر میں ہو، مثلاً بیوی دعویٰ کرتی ہے کہ مہر دو ہزار متعین ہوا تھا اور شوہر کہتا ہے کہ ایک ہزار متعین ہوا تھا پھر ان اختلافات کی دو شکلیں ہیں، کہ یہ اختلاف حالتِ نکاح میں ہوا یا وقوعِ طلاق کے بعد ہوا، پھر اس کی بھی چند صورتیں ہیں کہ یہ اختلاف شوہر بیوی کی حیات میں ہوا یا ان کے مرنے کے بعد ان کے ورثاء کے درمیان ہوا یا ایک کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اور زندہ رہنے والے کے درمیان ہوا۔

بہر حال مذکورہ عبارت میں اصل مہر میں اختلاف کو ذکر کیا گیا ہے کہ شوہر و بیوی کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوا کہ مہر متعین ہوا یا نہیں؟ ایک کہتا ہے کہ مہر متعین ہوا اور دوسرا مہر کے متعین ہونے سے انکار کرتا ہے اب جو مہر کے متعین ہونے کا مدعی ہے وہ تعیین پر بینہ پیش کر دے تو اس کی بینہ قبول ہوگی اور اس کی طرف سے فیصلہ کر دیا جائے گا، لیکن اگر مدعی کے پاس بینہ نہ ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک منکر سے قسم لی جائے گی اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو تعین مہر کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور اگر منکر قسم کھالے تو پھر مہر مثل کا فیصلہ کر دیا جائے گا، کیونکہ مہر مسمّی کا فیصلہ کرنا متعذر ہو گیا، لہٰذا جھگڑا ختم کرنے کے لئے مہر مثل کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اور بقول شارحؒ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی، کیونکہ نکاح کے معاملہ میں امام صاحبؒ کے نزدیک قسم نہیں لی جاتی، لہٰذا ان کے نزدیک بغیر حلف ہی کے مہر مثل واجب کر دیا جائے گا، لیکن ابن کمال پاشا نے ''الایضاح والاصلاح''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں لکھا ہے کہ یہاں شارحؒ سے تسامح ہوگیا ہے، کیونکہ یہ اختلاف اصل نکاح میں نہیں ہے بلکہ مہر میں ہے اور مہر مال ہوتا ہے اور ایسے اختلافات میں امام صاحبؒ کے نزدیک منکر سے قسم لی جاتی ہے، لہذا صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے نزدیک بھی منکر سے قسم لی جائے گی اور اگر منکر قسم کھالے تو پھر مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا، نیز ابن عابدین فرماتے ہیں کہ اختلافِ مہر میں منکر بالاجماع قسم کھائے گا۔

**وفی قدرہ حال قیام النکاح الخ:** اختلافِ مہر کی دوسری صورت یہ ہے کہ نکاح کے باقی رہتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان مقدارِ مہر میں اختلاف ہو، مثلاً عورت دعوٰی کررہی ہے کہ مہر دو ہزار متعین ہوا تھا اور شوہر کہہ رہا ہے کہ مہر ایک ہزار متعین ہوا تھا اور دونوں میں سے کسی کے پاس بینہ نہیں ہے تو مہر مثل کو دیکھا جائے گا، مہر مثل جس کے بات کی تائید کرے گا اس کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا، یعنی اگر مہر مثل ایک ہزار یا اس سے کم ہو تو شوہر کا قول مع الیمین قبول کیا جائے گا اور اگر مہر مثل دو ہزار یا اس سے زائد ہو تو عورت کا قول مع الیمین قبول کیا جائے گا، کیونکہ ظاہر جس کا شاہد ہو وہ مدعٰی علیہ ہوتا ہے، لہذا مہر مثل جس کا شاہد ہوگا وہ مدعٰی علیہ ہوگا اور اس کا قول مع الیمین معتبر ہوگا، اور اگر دونوں میں سے کسی ایک نے بینہ پیش کی تو اس کی بینہ قبول کرلی جائے گی، عورت کی بینہ تو اس لئے قبول ہوگی کہ وہ زیادتی کو ثابت کررہی ہے اور بینہ اثبات ہی کے لئے ہوتا ہے، لہذا عورت کی بینہ قبول کرنے میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ البتہ شوہر کی بینہ قبول کرنے میں اشکال ہے کہ مدعی کے بینہ پیش کرنے سے عاجز ہونے کی صورت میں مدعٰی علیہ پر قسم لازم ہوتی ہے پھر یہاں شوہر کی بینہ کیوں قبول کی جارہی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مدعٰی علیہ کی بھی بینہ قبول کرلی جاتی ہے اس سے یمین کو دفع کرنے کے لئے، لیکن یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ مدعٰی علیہ کی طرف سے بھی ایک ہی طرح کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دعویٰ ہو تو اس صورت میں بینہ کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے یمین دفع ہو جائے گا اور وہ جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے وہ ثابت ہو جائے گا، جیسا کہ مودَع یعنی جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے، وہ اس بات پر بینہ قائم کر دے کہ وہ مالک کو اس کی ودیعت لوٹا چکا ہے تو اس کی بینہ قبول کر لی جاتی ہے۔

**مہر مثل** :والمراد بمهر المثل مهر مثلها من قوم ابيها وقت العقد.

## شرح وقایہ صفحہ:۵۱

وَاِنْ نَكَحَهَا بِخَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ عَيْنٍ ثُمَّ اَسْلَمَا اَوْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا فَلَهَا ذٰلِكَ وَ فِيْ غَيْرِ عَيْنٍ فَقِيْمَةُ الْخَمْرِ فِيْهَا وَمَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْخِنْزِيْرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگایئے اور نکحها کی ضمیر فاعل اور مفعول کا مرجع ظاہر کر کے ترجمہ کیجئے (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے بتایئے کہ خمر اور خنزیر کے متعین اور غیر متعین ہونے کی وجہ سے مسئلہ میں کیوں فرق ہو گیا؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمه**: اور اگر (ذمی نے ذمیہ سے یا حربی نے حربیہ سے) نکاح کیا شراب معین پر یا خنزیر معین پر پھر دونوں اسلام لے آئے یا ان دونوں میں سے کوئی ایک اسلام لے آیا تو بیوی کو وہی چیز ملے گی (معین شراب یا معین خنزیر) اور شراب یا خنزیر کے متعین نہ ہونے کی صورت میں شراب کی قیمت ملے گی شراب میں اور خنزیر (غیر معین) کی صورت میں مہر مثل ملے گا۔

**(ب) تشریح**: وان نكحها بخمر او خنزير الخ: مسئلہ یہ ہے کہ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ذمی نے ذمیہ سے یا حربی نے حربیہ سے کفر کی حالت میں کسی معین خنزیر یا معین شراب پر نکاح کیا اور بعد میں دونوں مسلمان ہو گئے یا دونوں میں سے کوئی ایک مسلمانوں ہو گیا تو مہر میں وہی معینہ خنزیر یا معینہ شراب واجب ہوگا، اگر چہ شراب یا خنزیر کا لین دین مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، لیکن یہ معینہ شراب یا خنزیر اسی وقت مہر مقرر کیا گیا تھا جب کہ یہ ان کے نزدیک جائز تھا، لہذا یہی واجب ہوگا، البتہ مسلمان کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ شراب کو بہادے یا سرکہ بنالے اور خنزیر کو چھوڑ دے۔

**وفی غیر عین فقیمۃ الخمر فیھا الخ:** اور اگر ذمی یا حربی نے غیر معینہ شراب یا غیر معینہ خنزیر مہر مقرر کیا ہوتو اس صورت میں اگر میاں بیوی دونوں مسلمان ہو گئے ہوں، یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا ہوتو شراب مہر ہونے کی صورت میں اس کی قیمت واجب ہوگی اور خنزیر مہر ہونے کی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ذوات الامثال میں مثل کا لینا اور ذوات القیم میں قیمت کا لینا حکماً عین شئی کا لینا ہے اور چونکہ شراب ذوات الامثال میں سے ہے اس لئے وہاں اس کی قیمت لینا عین شراب لینے کے حکم میں نہ ہوگا اور خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اسلئے اس کی قیمت لینا عین خنزیر لینے کے حکم میں ہوگا، اور مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ نہ تو عین شراب لے سکتا ہے اور نہ ہی عین خنزیر، لہذا شراب مہر ہونے کی صورت میں شراب کی قیمت لینا شراب سے اعراض ہو جائے گا اس لئے وہاں تو قیمت واجب کر دی جائے گی، لیکن خنزیر کی صورت میں قیمت کا لینا عین خنزیر لینے کے حکم میں ہوگا اس لئے یہاں مہر مثل واجب کر دیا جائے گا تا کہ خنزیر سے اعراض ہو جائے، لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ شراب اور خنزیر سے اعراض تو اس صورت میں بھی ہو سکتا ہے کہ نہ قیمت واجب کی جائے اور نہ مہر مثل بلکہ ان چیزوں کو چھوڑ دیا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہیکہ نکاح کا مہر کے ساتھ ہونا ضروری ہے اور نکاح میں جو چیز مہر متعین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کی گئی ہے اس کو نہ لینے سے نکاح کا بغیر مہر کے ہونا لازم آئے گا، لہذا بغیر مہر کے نکاح نہ ہو اس لئے معینہ مہر کا لینا ضروری ہے اوران چیزوں سے اعراض بھی ضروری ہے، لہذا اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے جو ذکر کی گئی، اور مذکورہ تفصیل سے خمر اور خنزیر کے متعین اور غیر متعین ہونے کی وجہ سے مسئلہ کا فرق واضح ہو گیا۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۵۳

وَلَوْزَوَّجَ عَبْداً مَّدْيُوْناً مَأْذُوْناً لَهُ صَحَّ وَسَاوَتْ غُرَمَاءَهُ فِيْ مَهْرِ مِثْلِهَا أَيْ سَاوَتِ الْمَرْأَةُ غُرَمَاءَهُ فِيْ مِقْدَارِ مَهْرِ الْمِثْلِ أَيْ إِنْ بِيْعَ الْعَبْدُ يُقَسَّمُ ثَمَنُهُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَالْغُرَمَاءِ بِالْحِصَّةِ فَتَأْخُذُ بِحِصَّةِ مَهْرِهَا إِنْ كَانَ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ أَوْ مُسَاوِياً۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے اور بتائیے کہ "ان کان المهر" میں کون سا مہر مراد ہے؟ اگر مہر مسمی زیادہ ہو تو کیا حکم ہے؟ جو لکھئے کتاب کے مطابق لکھئے، نیز تقسیم بالحصہ کا مفہوم واضح کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور اگر آقا نے اپنے عبد ماذون له (ایسا غلام جس کو آقا نے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو) کا نکاح کیا جو کہ قرض دار ہے تو نکاح صحیح ہے اور عورت اپنے مہر مثل میں قرض خواہوں کے برابر ہوگی یعنی عورت اپنے مہر مثل کی مقدار میں تمام قرض خواہوں کے ساتھ برابر شریک رہے گی، یعنی اگر غلام بیچا جائے تو اس کا ثمن عورت اور قرض خواہوں کے درمیان حصہ کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا پس عورت اپنے مہر کا حصہ لے گی اگر اس کا مہر (مسمّٰی) مہر مثل سے کم ہو یا اس کے برابر ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب) **تشریح:** "ان کان المھر" میں مہر سے مہر مسمّٰی مراد ہے۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولیٰ نے یا خود عبد ماذون نے اپنا نکاح کر لیا اور عبد ماذون کے پاس صرف اپنی جان اور ذات ہے تو ایسی صورت میں عبد ماذون خود کو بیچ کر قرض خواہوں اور بیوی کے مہر کے مطالبہ کو پورا کرے، یعنی شرعی ضابطہ کے مطابق بیوی اور قرض خواہ دونوں اپنا حق لینے میں برابر کے شریک ہوں گے، اب اگر غلام کی قیمت سے تمام قرض خواہوں کا قرض ادا ہو جائے تب تو کوئی بات نہیں اور اگر ادا نہ ہو تو غلام کی قیمت تمام قرض خواہوں کو ان کے قرضوں کی نسبت سے تقسیم کی جائے گی اور عورت بھی اپنے مہر مثل کی مقدار کے تناسب سے قرض خواہوں میں شامل ہوگی، اگر مہر مسمّٰی مہر مثل سے کم یا برابر ہو تو پورے حصہ میں شریک ہوگی، مثلاً مہر مسمّٰی سو روپیہ ہو، مہر مثل بھی سو روپیہ ہو اور قرض بھی سو روپیہ اور غلام فروخت ہوا سو روپیہ میں تو پچاس روپیہ قرض خواہوں کو اور پچاس روپیہ عورت کو مل جائیں گے، اور اگر مہر مثل سے مہر مسمّٰی زیادہ ہو تو مہر مثل کے تناسب سے جو حصہ ہوگا وہی ملے گا، مثلاً مذکورہ صورت میں اگر مہر مسمّٰی بجائے سو کے دوسو ہو تب بھی مہر مثل کے موافق وہی پچاس روپیہ ملیں گے، حتی کہ اگر غلام دوسو میں فروخت ہوا تو بھی ایک سو قرض داروں کو اور ایک سو عورت کو دلائیں گے، ہاں اگر قرض دینے کے بعد بچے، مثلاً تین سو میں غلام فروخت ہوا تو قرض سو روپئے ادا کرنے کے بعد دوسو مہر میں مل جائیں گے اور اگر کچھ بھی نہ بچے تو غلام کے آزاد ہونے تک اس کو صبر کرنا پڑے گا، تشریح سے تقسیم بالحصہ کا مفہوم واضح ہو چکا، فتدبر۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ:۵۵

وَخُيِّرَتْ اَمَةٌ اَوْ مُكَاتَبَةٌ عُتِقَتْ تَحْتَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ فَاِنْ كَانَتْ تَحْتَ الْعَبْدِ فَلَهَا الْخِيَارُ اِتِّفَاقاً دَفْعاً لِّلْعَارِ وَاِنْ كَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ فَفِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ وَ هٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى مَسْأَلَةِ اِعْتِبَارِ الطَّلَاقِ فَإِنَّهُ عِنْدَنَا بِالنِّسَاءِ وَعِنْدَهُ بِالرِّجَالِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے مکاتبہ کی تعریف کریں "للعار" میں عار سے کیا مراد ہے؟ احناف وشوافع کے اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور جو باندی یا مکاتبہ آزاد کردی گئی اس کو اختیار حاصل ہوگا (چاہے نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کردے) اگرچہ وہ کسی آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے، اگر غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو بالاتفاق اختیار حاصل ہوگا، اپنے آپ سے عار کو دفع کرنے کے لئے، اور اگر آزاد کے نکاح میں ہے تو اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنیاد عددِ طلاق کے اعتبار کے مسئلہ پر ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک عددِ طلاق کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک عددِ طلاق کا اعتبار مردوں کے لحاظ سے ہے۔

**(ب) المکاتبۃ:** مکاتبہ وہ باندی ہے جس کا آقا اس سے بدل کتابت اور معاوضۂ آزادی کے لئے آزاد کرنے کا معاملہ کرے، جب تک بدل کتابت کا معاملہ باقی ہے ایسے باندی کی بیع اور عقدِ نکاح موقوف ہے۔

**والمراد "للعار": ھو ان تکون الحرۃ فراشاً للعبد.**

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**تشــریح:** صورت مسئلہ یہ ہے کہ منکوحہ باندی آزاد کردی گئی چاہے وہ باندی مکاتبہ ہو یا مدبرہ اس کو خیارِ عتق حاصل ہوگا چاہے تو وہ اس نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کردے، اور یہ خیار اس کو ہر حال میں ہوگا، چاہے اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد، شوہر کے غلام ہونے کی صورت میں تو اس کو یہ اختیار بالاتفاق حاصل ہوگا اپنے آپ سے عار وشرم کو دفع کرنے کے لئے اور وہ عار یہ ہے کہ آزاد عورت غلام کی فراش بنے۔

لیکن اگر شوہر آزاد ہو تو اس صورت میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ دفعِ عار کی جو علت ہے وہ یہاں نہیں پائی جاتی، لہٰذا اس کو خیار بھی حاصل نہیں ہوگا۔

ہمارے نزدیک اس صورت میں بھی باندی کو خیار حاصل ہوگا، دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے اپنی باندی بریرہؓ کو آزاد کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ سے فرمایا تھا "ملکتِ بضعکِ فاختاری" اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت خیار کی علت ملک بضعہ کو قرار دیا ہے، شوہر کے آزاد یا غلام ہونے میں کوئی فرق نہیں کیا، لہٰذا یہ حدیث اپنے اطلاق کی وجہ سے دونوں حالتوں کو شامل ہوگی یعنی چاہے شوہر غلام ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں معتقہ باندی کو خیارِ عتق حاصل ہوگا، اور جس وقت حضرت بریرہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تھا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ان کا شوہر مغیث آزاد تھا، لہٰذا احناف کا مذہب راجح ہوگیا۔

احناف کی دوسری بنیادی دلیل یہ ہے کہ احناف کے نزدیک طلاق کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہے اگر بیوی باندی ہے تو شوہر کو صرف دو طلاق کا اختیار ہوگا اور دو طلاق پر وہ مغلظہ ہوجائے گی، شوہر چاہے آزاد ہو یا غلام۔ اور اگر بیوی آزاد ہو تو شوہر کو تین طلاق کا اختیار حاصل ہوگا چاہے شوہر آزاد ہو یا غلام، اب چونکہ اس باندی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے آزاد ہونے کی وجہ سے شوہر کو تین طلاق کا اختیار حاصل ہوگا، لہٰذا اس کو اختیار ہوگا کہ وہ شوہر کی زیادتی ملک کو قبول کرے یا اس نکاح کو سرے سے فسخ کردے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "ملکت بضعک فاختاری" بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوتِ خیار کی علت ملک بضعہ کو قرار دیا ہے، اگرچہ امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک طلاق کا اعتبار مردوں کے لحاظ سے ہے، مثلاً شوہر اگر آزاد ہے تو تین طلاق کا مالک ہوگا اور اگر غلام ہے تو دو طلاق کا مالک ہوگا، لیکن طلاق میں عورتوں کا اعتبار ہونا (جیسا کہ احناف کرتے ہیں) قرآن وحدیث کے دلائل سے خوب اچھی طرح واضح اور عیاں ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۵۷

وَفَسَدَ نِكَاحُ حُرَّةٍ قَالَتْ لِسَيِّدِ زَوْجِهَا اَعْتِقْهُ عَنِّیْ بِاَلْفٍ فَفَعَلَ أَیْ حُرَّةٌ تَحْتَ عَبْدٍ قَالَتْ لِسَيِّدِ زَوْجِهَا اَعْتِقْهُ عَنِّیْ بِاَلْفٍ فَفَعَلَ صَحَّ الْاَمْرُ وَيَعْتِقُ الزَّوْجُ عَلٰی اِمْرَأَتِهٖ وَيَفْسُدُ النِّكَاحُ خِلَافًا لِزُفَرَؒ.

(الف) اعراب لگا کر عبارت کا ترجمہ لکھیں (ب) مطلب تحریر کریں اور نکاح کے فاسد ہونے کی وجہ بیان کریں، نیز امام زفرؒ کا قول دلیل کے ساتھ قلمبند کریں (ج) پھر اس وجہ پر جو اعتراض ہے، اعتراض و جواب دونوں تحریر کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور اس آزاد عورت کا نکاح فاسد ہو جائے گا جو اپنے غلام شوہر کے آقا سے کہے کہ تو اس کو میری طرف سے ایک ہزار کے عوض آزاد کردے پس اس نے ایسا کیا، یعنی ایک آزاد عورت جو غلام کے نکاح میں تھی اس نے اپنے شوہر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے آقا سے کہا کہ تو اس کو میری طرف سے ایک ہزار کے عوض آزاد کردے پس اس نے ایسا کردیا تو یہ معاملہ درست ہے اور شوہر اپنی بیوی پر آزاد ہو جائے گا اور نکاح فاسد ہو جائے گا، امام زفرؒ کا اختلاف ہے۔

**(ب) تشـــــریح:** صورت مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کی آزاد بیوی نے اپنے غلام شوہر کے آقا سے کہا کہ میرے غلام شوہر کو ایک ہزار روپے کے بدلے آزاد کردے، شوہر کے آقا نے اسے آزاد کردیا تو حضراتِ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں نکاح فاسد ہو جائے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ آزاد عورت تو چونکہ غلام شوہر کی مالک نہیں ہے، لہٰذا اس کی طرف سے آزاد کرنا ممکن نہیں، اور عورت چونکہ عاقلہ بالغہ ہے لہٰذا اس کے کلام کو لغو ہونے سے بچانے کے لئے اقتضاءً بیع مقدر مانی جائے گی اور عورت کے کلام سے یہ سمجھا جائے گا کہ گویا عورت نے شوہر کے آقا سے یوں کہا "**بعه عني بالف ثم كن وكيلي بالاعتاق**" کہ اس غلام کو میرے ہاتھ ایک ہزار کے عوض بیچ دے اور پھر میری طرف سے وکیل بن کر اس کو آزاد کردے تو گویا عتق سے پہلے عورت کی ملکیت ثابت ہوگئی اور جب عورت مالکہ بن گئی اور مالکہ کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ درست نہیں، اس لئے نکاح فاسد ہو جائے گا۔

**خلافاً لزفر:** امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا یہ کہنا کہ اس کو میری جانب سے ایک ہزار کے بدلہ میں آزاد کردے، لغو کلام ہے کیونکہ اس نے مامور سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنا غلام اس کی طرف سے آزاد کرے اور اس کی تعمیل محال ہے، کیونکہ انسان جس چیز کا مالک ہی نہیں اس کی آزادی اس کی طرف سے ہونا ممکن نہیں ہے، اب جب عورت کا قول ہی باطل ہے تو آقا کا آزاد کرنا عورت کی جانب سے نہیں بلکہ اس کی اپنی جانب سے ہوگا، پس نکاح فاسد نہ ہوگا، کیونکہ فسادِ نکاح کا سبب نہیں پایا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## اعتراض وجواب

(ج) مذکورہ مسئلہ میں جو تقریر گذری کہ عورت کا اپنے شوہر کے آقا سے یہ کہنا "اعتقه منی بالف" اصل میں ایسا ہے گویا یوں کہا کہ پہلے تو اپنا غلام مجھے ایک ہزار کے عوض بیچ دے پھر اس کو میری طرف سے وکیل بن کر آزاد کر دے اور آقا کا "اعتقت" کہنا ایسا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہو کہ میں نے یہ غلام تجھے ایک ہزار کے عوض بیچ دیا، اور پھر اس کو تیری طرف سے وکیل بن کر آزاد کر دیا تو حاصل یہ ہے کہ گویا عورت نے "بعه عنی بالف" کہا ہو اور آقا نے "بعت" کہا ہو تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں، اعتراض و جواب دونوں ملاحظہ ہوں۔

(ا) پہلا اعتراض: یہ ہے کہ عورت کا یہ کہنا کہ "بعه منی" یعنی تو اپنا غلام مجھے بیچ دے، امر کا صیغہ ہے جو ایجاب وقبول بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس کے جواب میں جب آقا نے "بعت" کہا تو یہ ایجاب ہوگا، اب اس کے بعد عورت کی طرف سے قبول نہیں پایا گیا تو بیع ہی نہیں پائی گئی، کیونکہ بیع میں ایک ہی شخص دونوں طرف یعنی ایجاب وقبول کا متولی نہیں ہوسکتا کہ آقا کے قول "بعت" کو ایجاب وقبول مان لیا جائے، اب جب بیع ہی نہیں پائی گئی تو عورت کی ملکیت بھی ثابت نہیں ہوئی، لہذا نکاح بھی نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ فما الجواب؟

(ا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو بیع اقتضاءً ثابت ہوتی ہے وہ قبول کی محتاج نہیں ہوتی، کیونکہ اصول فقہ میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مقتضیٰ ملفوظ کی طرح نہیں ہوتا یعنی جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہے حقیقی چیز کی طرح نہیں ہوتی، بلکہ اقتضاءً ثابت ہونے والی چیز انتہائی ضروری چیز ہوتی ہے، اس سے ایسے ارکان وشرائط ساقط ہو جاتے ہیں جو ساقط ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، اور بیع تعاطی میں ایجاب وقبول دونوں ساقط ہو جاتے ہیں، لہذا یہاں بھی قبول ساقط ہو جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۲) دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عورت کے لئے جو ملکیت ثابت ہو رہی ہے وہ اقتضاءً ضرورت کی بناء پر ثابت ہو رہی ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے "الضرورۃ تتقدر بقدرھا" کہ جو چیز ضرورتاً ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کی حد تک ہی رہتی ہے، اور ضرورت سے متعدی نہیں ہوتی، لہٰذا اس ملکیت کو نکاح کے حق میں ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ جس کی بناء پر نکاح فاسد ہو جائے۔

(۲) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ جو چیز ضرورتاً ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کے حد تک ہی رہتی ہے اور ضرورت سے متعدی نہیں ہوتی۔

لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، یعنی ایسے لوازم کے ساتھ جو سقوط کا احتمال نہ رکھتے ہوں، جیسا کہ اگر کہیں اقتضاءً ہبہ ثابت ہو رہا ہو تو وہاں قبضہ بھی شرط ہوگا، کیونکہ قبضہ ہبہ کے ایسے لوازمات میں سے ہے جو کبھی ساقط نہیں ہوتا۔

اور ملکِ نکاح کا باطل ہونا ملکِ یمین کے ثبوت کے لوازمات میں سے ہے کہ جہاں بھی ملک یمین پائی جائے گی، ملکِ نکاح باطل ہو جائے گا، لہٰذا اس مسئلہ میں جب بیع کے ذریعہ ملک یمین پائی گئی تو یقینی طور پر نکاح باطل ہو جائے گا۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۶۰

فَاِنْ اَسْلَمَ الْمُتَزَوِّجَانِ بِلاَ شُهُوْدٍ اَوْ فِیْ عِدَّةِ كَافِرٍ مُعْتَقِدَيْنِ ذٰلِكَ اُقِرَّا عَلَيْهِ وَاِنْ اَسْلَمَ الزَّوْجَانِ الْمُحَرَّمَانِ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا، وَالطِّفْلُ مُسْلِمٌ اِنْ كَانَ اَحَدُ اَبَوَيْهِ مُسْلِمًا اَوْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا وَكِتَابِيٌّ اِنْ كَانَ بَيْنَ مَجُوْسِيٍّ وَكِتَابِيٍّ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) "معتقدین" کی قید کا فائدہ ظاہر کرتے ہوئے ہر مسئلہ کی مع مثال تشریح کریں، اور بتائیں کہ نکاح بلاشہود اور نکاح مع المحرم کے حکم میں زوجین کے اسلام لانے کے بعد فرق کیوں ہے؟ اور زوجین کے باہم محرم ہونے کی صورت میں تفریق کیوں ضروری ہے؟

## الجواب

**(الف) ترجمہ:** پس اگر کافر کافرہ عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کرے یا دوسرے کافر کی عدت میں نکاح کرے اور یہ ان کے مذہب میں جائز ہو پھر وہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو ان دونوں کو ان کے نکاح پر برقرار رکھا جائے گا، اور اگر دو ایسے کافر میاں بیوی ایمان لے آئیں جو آپس میں ایک دوسرے کے لیے حرام ہوں تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی، اور بچہ مسلمان شمار ہوگا اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو یا دونوں میں سے کوئی ایک اسلام لے آئے، اور بچہ کتابی شمار ہوگا اگر ماں باپ میں سے ایک کتابی ہو اور ایک آتش پرست ہو۔

**(ب) تشریح:** مصنفؒ یہاں سے کافروں کے نکاح کے احکام بیان فرما رہے ہیں جو دو اصول پر مبنی ہیں (۱) پہلا اصول یہ ہے کہ جو نکاح دو مسلمانوں میں شرط وغیرہ کے فوت ہونے سے باطل یا فاسد ہو جاتا ہے کافروں کے حق میں اس کی دو صورتیں ہیں، اگر کفار بھی اس کو ممنوع سمجھتے ہوں تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگر کفار اس کو جائز سمجھتے ہوں تو یہ نکاح صحیح ہوگا اور اگر وہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو ان کو اسی نکاح پر باقی رکھا جائے گا، (۲) دوسرا اصول یہ ہے کہ جو نکاح محل کے حرام ہونے کی وجہ سے حرام ہو جیسے: کسی مجوسی نے اپنی بہن یا ماں سے نکاح کرلیا تو یہ ان کے اعتقاد میں تو جائز ہوگا لیکن اسلام لانے کی صورت میں دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اب صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک کافر نے کسی کافرہ سے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا کوئی کافرہ کسی کافر کی عدت میں تھی اس سے نکاح کر لیا اور ایسا کرنا ان کے دین کے اعتبار سے جائز ہو تو ان کا یہ نکاح صحیح ہوگا اور اگر دونوں مسلمان ہو جائیں تو ان کو ان کے نکاح پر باقی رکھا جائے گا، ازسرِ نو نکاح پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نکاح بلا شہود میں تو ہمارے تینوں ائمہ متفق ہیں لیکن معتدۃ الغیر سے نکاح میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک معتدۃ الغیر سے نکاح کی صورت میں اگر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں یا حاکم کے سامنے مرافعہ کرتے ہیں تو اس صورت میں ان دونوں میں تفریق کردی جائے گی، ان کی دلیل یہ ہے کہ معتدۃ الغیر سے نکاح کی حرمت متفق علیہ ہے، اس لیے کفار اہل ذمہ اس حکم میں مسلمانوں کے تابع ہوں گے، اس لیے مسلمان ہونے کی صورت میں یا مرافعہ الی الحکام کی صورت میں ان دونوں میں تفریق واجب ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عدت کی بناء پر حرمت یا تو شارع کا حق بن کر ثابت ہوگی یا شوہر کا حق بن کر اور یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں ہے، شارع کا حق بن کر ثابت کرنا اس لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ احکام شرع کا پابند نہیں ہے، اور شوہر کا حق بن کر ثابت کرنا اس لیے ممکن نہیں ہے کہ خود شوہر ہی اس کا اعتقاد نہیں رکھتا۔

اور جب یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں ہے تو ایک کافر کا نکاح دوسرے کافر کی معتدہ سے صحیح ہوگا، اب حالتِ اسلام حالتِ بقاء ہے اور حالتِ بقاء میں عدت منافیِ نکاح نہیں ہے، لہٰذا ان کے نکاح کو باقی رکھا جائے گا، اسی طرح حالتِ بقاء میں شہادت شرط نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر نکاح کے بعد گواہ مر جائیں تو اس سے نکاح فاسد نہیں ہوتا۔

**فرق بینہما:** اگر حالتِ کفر میں کسی کافر نے محرمات شرعیہ اور ممنوعہ عورت سے نکاح کر لیا جیسے: سوتیلی ماں، سوتیلی بہن وغیرہ تو یہ نکاح قبولِ اسلام کے بعد منقطع کر دیا جائے گا لان المحرمیۃ تنافی بقاء النکاح۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**والطفل مسلم:** اگر ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو تو بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے گا، مثلاً باپ مسلمان ہے اور ماں اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ہے تو بچہ مسلمان کہلائے گا۔

اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی، پارسی یا مشرک ہو تو اس صورت میں بچہ کو اہلِ کتاب میں سے شمار کیا جائے گا، اس سلسلے میں فقہی ضابطہ یہ ہے "لان الطفل یتبع خیر الابوین دینا" یعنی ماں باپ میں سے جو بھی اپنے دین کے اعتبار سے بہتر ہو تو بچہ اسی دین کے تابع قرار دیا جائے گا۔

❀❀❀

## شرح وقایہ صفحہ:۶۰

وَفِیْ اِسْلَامِ زَوْجِ الْمَجُوْسِیَّةِ اَوِ امْرَأَةِ الْکَافِرِ یُعْرَضُ الاِسْلَامُ عَلَی الْاٰخَرِ، فَاِنْ اَسْلَمَ فَهِيَ لَهٗ وَاِلَّا فُرِّقَ، وَهُوَ طَلَاقٌ بَائِنٌ لَوْ اَبٰی لَا لَوْ اَبَتْ وَلَا مَهْرَهُنَا اِلَّا لِلْمَوْطُوْءَةِ وَلَوْ کَانَ ذٰلِکَ فِیْ دَارِهِم لَمْ تَبِنْ حَتّٰی تَحِیْضَ ثَلَاثًا قَبْلَ اِسْلَامِ الْاٰخَرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) ہر مسئلہ کی الگ الگ تشریح کریں۔

### الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور مجوسیہ کے شوہر کے اسلام لانے کی صورت میں یا کافر کی بیوی کے مسلمان ہونے کی صورت میں دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر دوسرا اسلام لے آئے تو وہ عورت اس کی بیوی رہے گی ورنہ تفریق کر دی جائے گی اور یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تفریق طلاق بائن شمار ہوگی اگر شوہر اسلام سے انکار کردے، اگر بیوی انکار کردے تو طلاق شمار نہیں ہوگی (کیوں کہ طلاق عورتوں کی طرف سے نہیں ہوتی) اور اس صورت میں مہر نہیں ہوگا مگر موطوءہ کے لیے (مہر) ہوگا، اور اگر یہ واقعہ (مجوسیہ کے شوہر کا اسلام لانا یا کافر کی بیوی کا اسلام لانا) ان کے دار (دارالحرب) میں پیش آئے تو عورت بائنہ نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرے کے اسلام لانے سے پہلے تین حیض گذر جائیں۔

(ب) **تشــریح**: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی مجوسیہ کا شوہر اسلام لے آئے تو اس مجوسیہ پر اسلام پیش کیا جائے گا، یہاں مجوسیہ سے مراد غیر کتابیہ ہے کیونکہ کتابیہ کے شوہر کے اسلام لانے کی صورت میں کتابیہ پر اسلام پیش کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کا نکاح کتابیہ سے جائز ہے، اسی طرح اگر کسی کافر کی بیوی اسلام لے آئے چاہے وہ کافر مجوسی ہو یا کتابی اس پر اسلام پیش کیا جائے گا، پس اگر وہ دوسرا (پہلی صورت میں مجوسیہ اور دوسری صورت میں کافر) اسلام لے آئے تو وہ دونوں شوہر بیوی برقرار رہیں گے اور اگر اسلام نہ لائے تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی، اور مرد کے اسلام لانے سے انکار کی صورت میں یہ تفریق طلاق بائنہ شمار ہوگی اور اگر عورت انکار کردے تو یہ تفریق طلاق شمار نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگی، کیونکہ عورتوں کی طرف سے طلاق نہیں ہوتی، اور عورت کے اسلام لانے سے انکار کی صورت میں اگر عورت غیر موطوءہ ہو تو اس کو مہر نہیں ملے گا، کیونکہ فقہی ضابطہ ہے "کل فرقة من قبلها قبل ان یتاکد المهر بالوطی تسقط المهر" یعنی ہر وہ تفریق جو عورت کی جانب سے ہو، وطی کے ذریعہ مہر کو مؤکد کرنے سے پہلے تو یہ تفریق مہر کو ساقط اور ختم کردیتی ہے۔ اور اگر عورت موطوءہ ہو تو مہر ملے گا، اور اگر شوہر اسلام لانے سے انکار کردے تو اگر عورت موطوءہ ہے تو اس کو پورا مہر ملے گا اور اگر موطوءہ نہ ہو تو نصف مہر ملے گا، کیونکہ اس صورت میں تفریق طلاق قبل الدخول کے حکم میں ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کا فرمیاں بیوی میں سے ایک کے اسلام لانے کے بعد دوسرے پر اسلام پیش کرنا اس لیے ضروری ہے کہ کافر اور مسلمان کے درمیان نہ نکاح ہوسکتا ہے اور نہ باقی رہ سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فإن علمتوهن مؤمنات فلا ترجعوهن الى الكفار لاهن حل لهم ولا هم يحلون لهن" کہ نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مرد مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں، لہٰذا ان دونوں کے درمیان تفریق کا کوئی سبب ہونا چاہئے اور اسلام تو سراسر طاعت و نعمت ہے وہ کسی نعمت کے زائل ہونے کا ذریعہ نہیں بن سکتا، لہٰذا کسی ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے جو تفریق کا سبب بن سکے، اور اسلام سے انکار اس کا سبب ہوسکتا ہے، لہٰذا دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا، اگر وہ اسلام قبول کرے تو دونوں کو ان کے نکاح پر برقرار رکھا جائے گا، اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تو اس کے انکار کو تفریق کا سبب بنا کر دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔

**ولو كان ذلك في دارهم:** اس سے پہلے جو دوسرے پر اسلام پیش کرنے کا مسئلہ تھا وہ تو اس صورت میں تھا جب کہ یہ واقعہ دارالاسلام میں پیش آیا ہو لیکن اگر یہ واقعہ دارالحرب میں پیش آئے تو پھر دوسرے پر اسلام پیش کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ دارالحرب میں ان پر ہمیں کوئی ولایت حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا شرط یعنی تین حیض گذرنے کو سبب یعنی انکارِ اسلام کے قائم مقام کردیا جائے گا، اگر تین حیض گذرنے تک دوسرا اسلام نہیں لایا تو تین حیض گذرتے ہی دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# شرح وقایہ صفحہ:۶۴

يَثْبُتُ بِمَصَّةٍ فِيْ حَوْلَيْنِ وَنِصْفٍ لاَ بَعْدَهُ اُمُوْمِيَّةُ الْمُرْضِعَةِ لِلرَّضِيْعِ وَاُبُوَّةُ زَوْجِ مُرْضِعَةٍ لَبَنُهَا مِنْهُ لَهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت میں منہ اور لہ کی ضمیروں کا مرجع متعین کر کے مطلب لکھیں، اس مسئلہ میں حضرات صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک بطرز شارح تحریر کرتے ہوئے راجح اور مفتی بہ قول کی وضاحت کریں۔

## الجواب

**(الف) ترجمہ:** رضاعت ثابت ہو جاتی ہے بچے کے ایک مرتبہ دودھ چوس لینے سے ڈھائی سال کے اندر نہ کہ اس کے بعد، دودھ پینے والے بچہ کے لیے دودھ پلانے والی عورت کا ماں ہونا اور دودھ پلانے والی کے شوہر کا باپ ہو جانا جس شوہر سے یہ دودھ اترا ہو ثابت ہو جاتا ہے۔

(ب) منه ای لبنها من الزوج، له اي للرضيع.

**تشریح:** ''یثبت بمصة'' اس عبارت سے مصنفؒ حرمتِ رضاعت کی مقدار بیان فرما رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ کا عورت کی پستان سے دودھ پینا حرمتِ رضاعت کو ثابت کر دیتا ہے خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ، قرآن کریم کی آیت ''وامهاتكم اللاتی ارضعنكم'' اور حدیث ''يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب'' مطلق ہیں کہ ان میں مطلقاً دودھ پینے کو حرمتِ رضاعت کا سبب قرار دیا گیا ہے اور زیادہ کی کوئی تفصیل نہیں ہے، جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ مرتبہ بچہ کے دودھ کو چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی اس سے کم نہیں امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور دوسری روایت امام شافعیؒ کی تین مرتبہ چوسنے کی ہے۔ ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حضرات کی دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے "انما قالت لا تحرم المصة ولا المصتان" وفی لفظ "ولا الا ملاجة والاملاجتان" (بخاری)۔

دوسری روایت میں ہے "انها قالت كان فيما نزل من القرآن عشر رضعات يحرمن ثم نسخن بخمس معلوم فتوفی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم هی فیما یقرأ من القرآن"

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت وحدیث دونوں مطلق ہیں ان میں قلیل وکثیر کی کوئی قید نہیں ہے، لہٰذا مطلق دودھ پینا چاہے ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو حرمتِ رضاعت کا سبب ہوگا۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جس طرح دس گھونٹ والی آیت منسوخ ہوگئی ہے اسی طرح پانچ گھونٹ والی آیت بھی منسوخ ہے، البتہ حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ آیتیں پڑھی جاتی تھیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان آیات کے منسوخ ہونے کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اتنا قریب تھا کہ جن لوگوں کو منسوخ ہونے کی خبر نہیں تھی وہ اس کو پڑھا کرتے تھے، اگر ان آیات کو منسوخ نہ مانا جائے تو بعض قرآن کا جو منسوخ نہیں ہوا ہے ضیاع لازم آئے گا اور اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دودھ کا پینا حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ پہلے حکم ایسا ہی تھا پھر بعد میں یہ منسوخ ہوگیا، حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے حدیث "لا تحرم المصة ولا المصتان" ولا الاملاجة والا ملاجتان" کا جواب بھی ہوگیا۔

**فی حولین و نصف**: مدتِ رضاعت میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ڈھائی سال ہے اور صاحبینؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت جس سے حرمت وغیرہ ثابت ہوتی ہے دوسال ہے، ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فرمان ہے "والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ" کہ مائیں اپنی اولاد کو مکمل دوسال دودھ پلائیں جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہیں، اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وحملہ و فصالہ ثلثون شھراً" اس طور پر کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور مابقیہ دوسال مدتِ رضاعت ہے اور بہت ساری احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مدتِ رضاعت دوسال ہے، اور امام زفرؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت تین سال ہے، لیکن مفتی بہ قول صاحبینؒ کا ہے دوسال کا، البتہ اگر بچہ کمزور و لاغر ہو اور طبی اعتبار سے اس بچہ کو ماں کے دودھ کی ضرورت و حاجت زیادہ ہو اور دودھ چھڑانے میں مضرت کا اندیشہ ہو تو ایسے حالات میں امام صاحبؒ اور امام زفرؒ کے قول پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۳۰۷

وَفِيْ اَنْتِ الطَّلاقُ اَوْ اَنْتِ طَالِقُ الطَّلاقَ اَوْ اَنْتِ طَالِقٌ طَلاقًا يَقَعُ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ اِنْ لَمْ يَنْوِ شَيْئًا اَوْ نَوٰى وَاحِدَةً اَوْ اِثْنَتَيْنِ، وَاِنْ نَوٰى ثَلاثًا فَثَلٰثٌ، هٰذا فِيْ الْحُرَّةِ، اَمَّا فِيْ الْاَمَةِ فَثِنْتَانِ بِمَنْزِلَةِ الثَّلاثِ فِي الْحُرَّةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مذکورہ مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے بتایئے کہ آزاد عورت کو مذکورہ کلمات سے طلاق دینے میں دو کی نیت کرنے پر بھی دو طلاقیں کیوں واقع نہیں ہوتیں؟ اور تین کی نیت سے تین کیوں واقع ہو جاتی ہیں؟ نیز باندی پر دو کی نیت سے دو طلاقیں کیوں واقع ہو جاتی ہیں؟ آزاد عورت اور باندی کے حکم میں فرق کو واضح کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور اگر انت الطلاق یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا کہا اور کوئی نیت نہیں کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی نیت کی (تب بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی) اور اگر تین کی نیت کی تو پھر تین طلاق واقع ہو جائے گی، اور یہ حکم آزاد عورت میں ہے، بہر حال باندی میں تو دو طلاق آزاد عورت کی تین طلاق کے قائم مقام ہے۔

**(ب) تشریح:** صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے "**انت الطلاق**" کے ذریعہ طلاق دی یا "**انت طالق الطلاق**" یا پھر "**انت طالق طلاقا**" کا جملہ استعمال کیا تو ان تینوں صورتوں میں بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی خواہ شوہر نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو، شوہر ایک کی نیت کرے گا تو بھی ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر دو کی نیت کرے گا تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی البتہ اگر وہ تین کی نیت کرتا ہے تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہو جائیں گی، لیکن اگر دو کا ارادہ کرے تو دو واقع نہیں ہوں گی بلکہ ایک طلاق رجعی ہی واقع ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ تینوں کلمات میں مصدر استعمال کیا گیا ہے، اور چونکہ مصدر اسم جنس ہے جو عموم و کثرت کا بھی احتمال رکھتا ہے پس مصدر ایک کو شامل ہوگا کل کے احتمال کے ساتھ، لہٰذا ایک طلاق واقع کرنے کے لیے نیت کی ضرورت نہ ہوگی، کیونکہ ایک ادنیٰ ہونے کی بناء پر یقینی ہے، البتہ تین طلاق کے لیے جو کہ طلاق کا کل ہے نیت کی ضرورت ہوگی اگر تین کی نیت کر لی تو یہ نیت درست ہوگی اور تین طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن اگر دو کی نیت کی تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ دو عدد محض ہے اور مصدر عدد کا احتمال نہیں رکھتا، یہ حکم تو آزاد عورت کے حق میں ہے، لیکن عورت اگر باندی ہو تو اس کے حق میں دو کی نیت ایسی ہے جیسے کہ آزاد کے حق میں تین کی نیت، لہٰذا اس کے حق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں دو کی نیت صحیح ہو جائے گی اور اس پر دو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اس کے حق میں دو طلاق ہی کل ہے اور آزاد کے حق میں کل تین ہے، دو نہ تو کل ہے اور نہ ہی جنس کا منتہیٰ ہے یہ تو فقط عدد ہے جبکہ مصدر کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اسم جنس ہونے کی وجہ سے اس کے شمولات میں دو چیزیں ہوتی ہیں (۱) فردِ حقیقی (۲) فردِ حکمی، فردِ حقیقی یہاں ایک طلاق ہے اور فردِ حکمی تین طلاق کا مجموعہ ہے، لہٰذا اسم جنس میں ملحوظ ضابطہ کے تحت مذکورہ تینوں الفاظ میں یا تو فردِ حقیقی یعنی ایک کی نیت کرنا درست ہوگا یا فردِ حکمی یعنی تین کی، ان دونوں کے درمیان کی اور عدد کی نیت کرنا اسم جنس کے ضابطے اور اس کی اصل کے خلاف ہے، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ یا تو ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوگی یا پھر تین، دو تو کسی بھی حال میں واقع نہیں ہوگی۔

نیز اس حکم کی دوسری دلیل یہ ہے کہ مصدر کے اندر توحّد کے معنی پائے جاتے ہیں اور توحد کے معنی یا تو فردیت سے حاصل ہوتا ہے یا پھر جنسیت سے اور تثنیہ چونکہ فردیت اور جنسیت دونوں سے عاری اور خالی ہے اس لیے ان الفاظ میں دو کے مراد لینے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

❁❁❁

## شرح وقایہ صفحہ: ۴۷

وَفِیْ مِنْ وَاحِدَةٍ اِلٰی ثَلَاثٍ أَوْ مَا بَیْنَ وَاحِدَةٍ اِلٰی ثَلَاثٍ ثِنْتَانِ وَبِثَلَاثَةِ اَنْصَافِ طَلْقَتَیْنِ ثَلَاثٌ وَبِثَلَاثَةِ اَنْصَافِ طَلْقَةٍ طَلْقَتَانِ وَقِیْلَ ثَلَاثٌ، وَفِیْ اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ فِیْ ثِنْتَیْنِ وَاحِدَةٌ نَوَی الضَّرْبَ اَوْلَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں اور بتائیں کہ "ثلاثۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

انصاف طلقتین“ سے تین طلاقیں کیوں واقع ہوں گی؟ اور ”ثلاثۃ انصاف طلقۃ“ سے دوطلاقیں اور بعض کے نزدیک تین کیوں پڑیں گی؟ وجہ لکھیں، (ج) آخری مسئلہ میں ”نوی الضرب اولاً“ کا مفہوم اچھی طرح واضح کریں۔

## الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور اگر کہا تجھ پر ایک سے تین تک کی طلاق یا یہ کہا کہ ایک سے تین کے درمیان کی طلاق تو دوطلاق واقع ہوگی، اور اگر یوں کہا کہ تجھ پر دوطلاقوں کے تین نصف طلاق تو تین طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ایک طلاق کے تین نصف طلاق تو دوطلاق واقع ہوگی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر کہا ”انت طالق واحدۃ فی ثنتین“ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی چاہے ضرب کی نیت کرے یا نہ کرے۔

**(ب) تشریح:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ”انت طالق من واحدۃ الیٰ ثلث“ کہ تو طلاق والی ہے ایک سے تین تک، یا یوں کہا ”انت طالق ما بین واحدۃ الیٰ ثلث“ کہ تو طلاق والی ہے ایک سے تین کے درمیان تو اس صورت میں امام صاحبؒ کے نزدیک دوطلاق واقع ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگی، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب دوغایتیں جمع ہوں تو حکم میں دونوں غایتیں داخل ہوتی ہیں، جیسا کہ اگر کوئی کہے ”خذ من درھم الیٰ مأۃ“ تو اس صورت میں سامنے والے کو پورے سو درہم لینے کا اختیار ہوتا ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی پوری تین طلاق واقع ہوگی۔

اور اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر غایت میں دوعدد ذکر کیے جائیں اور ان کے درمیان کوئی عدد ہو تو الاکثر من الاقل مراد ہوتا ہے یعنی اقل سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اوپر والا عدد مراد ہوتا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں دو عدد ذکر کیے گئے ہیں واحدۃ اور ثلث تو ان کے درمیان ثنتین (دو) کا عدد ہے جو الاکثر من الاقل ہے اور واحدۃ (ایک) سے زائد ہے، لہٰذا اس صورت میں دو طلاق واقع ہوں گی۔

اور صاحبینؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کو جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے وہ اباحت کا مسئلہ ہے، وہاں تو اکثر مراد ہوتا ہے اور دونوں غایتیں جمع ہو سکتی ہیں، لیکن طلاق میں اصل حظر ہے، لہٰذا دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

**و بثلثة انصاف طلقيتن ثلث الخ:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ تجھ پر دو طلاقوں کے تین نصف طلاق تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی، کیونکہ مسئلہ واضح ہے کہ دو طلاقوں کا نصف ایک طلاق ہے، لہٰذا دو طلاقوں کے تین نصف تین طلاق ہو جائیں گے، اور اگر کہا کہ تجھ پر ایک طلاق کے تین نصف طلاق تو اس صورت میں دو طلاق واقع ہوگی، دلیل یہ ہے کہ ایک طلاق کے تین نصف ڈیڑھ ہو جائیں گے اور طلاق چونکہ تجزی کو قبول نہیں کرتی، لہٰذا ڈیڑھ کے نصف کو مکمل کر کے دو کر لیں گے اور دو طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس صورت میں بھی تین طلاق واقع ہوں گی، دلیل وہی ہے کہ طلاق تجزی کو قبول نہیں کرتی، لہٰذا ہر نصف کو مکمل کر لیا جائے گا اور تین طلاق واقع ہو جائیں گی لیکن راجح اور بہتر قول دو والا ہی ہے۔

**(ج) وفی انت طالق واحدة ..... نوی الضرب اَوّلاً:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "انت طالق واحدۃ فی ثنتین" اور ضرب کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوگی، البتہ اس میں امام زفرؒ اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک دو طلاق واقع ہوگی، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ سے اہل حساب کے عرف میں ضرب ہی مراد ہوتا ہے اور ایک کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دو میں ضرب دینے کی صورت میں حاصل ضرب دو آتا ہے، لہٰذا دو طلاق واقع ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اشیاء دو طرح کی ہوتی ہیں (۱) ایک تو وہ جن کا جسم ہوتا ہے (۲) دوسرا وہ جن کا جسم نہیں ہوتا جو کہ غیر محسوسات کے قبیل سے ہے، پس قسم اول (ذی جسم) میں ضرب دینے کی صورت میں مضروب کے افراد میں زیادتی ہوتی ہے، اور قسم ثانی (غیر ذی جسم) میں ضرب دینے کی صورت میں اجزاء میں زیادتی ہوتی ہے اور طلاق چونکہ قسم ثانی میں سے ہے، لہٰذا ضرب کی صورت میں اس کے اجزاء میں زیادتی ہوگی اور طلاق کے اجزاء کی زیادتی متعدد طلاق پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ایک ہی طلاق کے متعدد اجزاء کر کے طلاق دی جائے تو ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ جیسے اگر کوئی یہ کہے "انت طالق طلقة نصفها و ثلثها وربعها وسدسها" تو اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور اگر واحدة في ثنتين سے واحدة و ثنتين کی نیت کی یعنی فی کو واؤ کے معنی میں لینے کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ کلام اس کا محتمل ہے، اور یہ حکم مدخول بہا بیوی کا ہے ورنہ تو غیر مدخول بہا بیوی ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور بقیہ طلاق کا محل ہی نہ رہے گی۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۷۶

وَفِيْ اَنْتِ كَذَا مَالَمْ اُطَلِّقْكِ اَوْ مَتٰى لَمْ اُطَلِّقْكِ اَوْ مَتٰى مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ وَسَكَتَ يَقَعُ حَالاً، وَفِيْ اِنْ لَمْ اُطَلِّقْكِ يَقَعُ فِيْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ، وَاِذَا وَاِذَا مَا بِلاَ نِيَّةٍ مِثْلُ اِنْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا كَمَتٰى وَمَعَ نِيَّةِ الْوَقْتِ اَوِ الشَّرْطِ فَكَنِيَّتِهٖ، وَفِيْ اَنْتِ طَالِقٌ مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ اَنْتِ طَالِقٌ تُطَلَّقُ بِالْاَخِيْرَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مذکورہ مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے بتایئے کہ ما، متی، متی ما اور اِن میں کیا فرق ہے؟ واذا ، واذا ما سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (ج) اور انت طالق ثلثا مالم اطلقک انت طالق سے کتنی طلاق واقع ہوگی؟۔

## الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور تو اس طرح ہے (یعنی طلاق والی ہے) جب تک کہ میں تجھے طلاق نہ دوں یا جس وقت تک میں تجھے طلاق نہ دوں یا جس زمانہ تک میں تجھے طلاق نہ دوں اور اس کے بعد خاموش ہوگیا تو خاموش ہوتے ہی فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، اور ان لم اطلقک یعنی اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں کہنے کی صورت میں آخر عمر میں طلاق واقع ہوگی۔

اور اِذا اور اِذا مـا بغیر نیت کے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اِنْ کی طرح ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک متی کی طرح ہے اور وقت یا شرط کی نیت کے ساتھ نیت کے مطابق ہے، اور شوہر کے قول "انت طالق مالم اطلقک انت طالق" میں اخیر قول سے طلاق واقع ہوجائے گی۔

**(ب) تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی منکوحہ سے کہا "انت طـالـق مالم اطلقک" یا کہا "انـت طـالق متیٰ لم اطلقک" یا کہا "انت طـالق متیٰ مالم اطلقک" تو خاموشی اختیار کرتے ہیں فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت ایسے زمانہ کی طرف ہے جو ایقاعِ طلاق سے خالی ہے، لہٰذا خاموش ہوتے ہی شرط یعنی ایقاعِ طلاق سے خالی زمانہ متحقق ہوگا اور جب شرط پائی گی تو مشروط یعنی وقوعِ طلاق بھی متحقق ہوجائے گی، اور یہاں پر "سکت" سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مرد مطلقاً سکوت اور مطلقاً ترک تکلم نہیں، کیونکہ اگر جملۂ طلاق کے ساتھ متصلاً اور کوئی گفتگو کرے گا تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وفی ان لم اطلقک** : صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تو طلاق والی ہے تو ظاہر ہے کہ عدمِ ایقاعِ طلاق اس وقت متحقق ہوگا جب آدمی زندگی سے اس قدر ناامید ہو جائے کہ "انت طالق" کا تکلم بھی اس کے لیے دشوار ہو اور چونکہ طلاق کو اس نے عدمِ تطلیق پر معلق کیا ہے اور عدمِ تطلیق کا تحقق اس وقت ہوتا ہے جب آدمی زندگی سے مایوس اور ناامید ہو جائے، اس لیے آخری عمر میں طلاق واقع ہوگی۔

**واذا واذا ما بلانیة الخ**: مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے "انت طالق اذا لم اطلقک" کہا یا "انت طالق اذا مالم اطلقک" کہا اور کوئی نیت نہیں کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک آخری عمر میں طلاق واقع ہوگی، جیسے کہ "ان لم اطلقک" کہنے کی صورت میں تھا، اور صاحبینؒ کے نزدیک جیسے ہی خاموش ہوگا طلاق واقع ہو جائے گی، جیسے کہ "متی لم اطلقک" کہنے کی صورت میں تھا، امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اس اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک "اذا" اور "اذا ما" ظرف اور شرط کے درمیان مشترک ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک ظرف کے معنی میں تو حقیقت ہے اور بطور مجاز شرط کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا صاحبینؒ کے نزدیک "اذا لم اطلقک" "متی لم اطلقک" کے معنی میں ہوگا، اور خاموش ہوتے ہی طلاق ہو اقع ہو جائے گی، وہ بطور دلیل کے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے "طلقی نفسک اذا شئت" تو یہ "متی شئت" کے معنی میں ہوتا ہے اور بیوی کا اختیار مجلس کے ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اگر شرط کے معنی میں ہوتا تو مجلس کے ختم ہوتے ہی بیوی کا اختیار بھی ختم ہو جاتا، امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ "طلقی نفسک اذا شئت" کہنے کی صورت میں مجلس کے ختم ہونے کے بعد بھی بیوی کو اختیار باقی رہنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اذا، متیٰ کے معنی میں ہے، بلکہ اصل وجہ یہی ہے کہ اذا ظرف اور شرط کے معنی میں مشترک ہے، اب اگر ظرف کے معنی کا لحاظ کرتے ہیں تو مجلس کے ختم پر اختیار ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اختیار کے باقی رہنے یا ختم ہو جانے میں شک واقع ہو گیا اور یہ بات یقینی ہے کہ "طلقی نفسک" کی بناء پر بیوی کو یقینی طور پر اختیار حاصل ہو چکا، لہٰذا شک سے اختیار زائل نہیں ہوگا، کیونکہ شک کی وجہ سے یقینی چیز زائل نہیں ہوتی اور مذکورہ مسئلہ میں جب کہ شوہر نے "انت طالق اذا لم اطلقک" کہا ہو تو اگر اذا کو متی (ظرف) کے معنی میں لیتے ہیں تو طلاق خاموش ہوتے ہی واقع ہو جانی چاہیے اور اگر ان (شرط) کے معنی میں لیتے ہیں تو طلاق آخر عمر میں واقع ہونی چاہئے، اب اس بارے میں شک واقع ہو گیا کہ طلاق فی الحال واقع ہوئی یا نہیں؟ اور شک کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا ہم نے کہہ دیا کہ فی الحال طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**فکنیۃ**: ہاں اگر شوہر نے دونوں معنی میں سے کسی ایک کی نیت کی ہو تو بالاتفاق اس کی نیت کے مطابق حکم ہوگا یعنی اگر اس نے وقت کی نیت کی یعنی متی کے معنی کی تو خاموش ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شرط کی نیت کی یعنی اِن کے معنی کی تو طلاق آخر عمر میں واقع ہوگی۔

(ج) وفی انت طالق الخ: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے "انت طالق مالم اطلقک" کہنے کے بعد خاموشی اختیار نہ کی بلکہ جملہ شرطیہ کے ساتھ ملا کر "انت طالق" کہا تو اس اخیر والے جملے سے فی الحال ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور پہلے جملے سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس میں تو اس نے طلاق نہ دینے پر وقوعِ طلاق کو معلق کیا تھا جبکہ فوراً ہی اس نے طلاق دے دی تو وہ شرط نہیں پائی گئی اس لیے اس کا مشروط بھی واقع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نہ ہوگا، لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو طلاق ”مالم اطلقک“ کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ بھی واقع ہو تو اس صورت دو طلاق واقع ہوں گی، ایک وہ جو منسوب شدہ ہے دوسری وہ جو بعد میں ”انت طالق“ ہے مگر یہ بات یاد رہے کہ دو طلاقیں مدخول بہا ہونے کی صورت میں واقع ہوں گی نہ کہ غیر مدخول بہا ہونے کی صورت میں۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۸۷

وَالْيَـوْمُ لِـلنَّهَارِ مَعَ فِعْلٍ مُمْتَدٍّ وَلِلْوَقْتِ الْمُطْلَقِ مَعَ فِعْلٍ لاَ يَمْتَدُّ فَعِنْدَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ لَيْلاً لاَ يَتَخَيَّرُ فِي اَمْرُكِ بِيَدِكِ يَوْمَ يَقْدِمُ زَيْدٌ، وَتُطَلَّقُ فِي يَوْمَ اَتَزَوَّجُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کیجئے، فعل ممتد و غیر ممتد کی تعریف ذکر کرنے کے بعد ماتن علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ ضابطہ کی ایسی وضاحت کیجئے کہ کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہے۔

## الجواب

**(الف) ترجمہ**: اور لفظ ”یوم“ دن کے معنی میں ہوگا اگر فعل ممتد کے ساتھ ہو اور مطلق وقت کے معنی میں ہوگا اگر فعل غیر ممتد کے ساتھ ہو، پس اگر شرط رات میں پائی جائے تو ”امرک بیدک یوم یقدم زید“ کی صورت میں عورت کو اختیار نہیں ملے گا اور ”یوم اتزوجک فانت طالق“ کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

**(ب) تشریح**: عبارت کی تشریح سے پہلے کچھ اصطلاحات ذہن نشین کر لیجیے تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

**فعل ممتد**: فعل ممتد سے مراد ایسا فعل ہے جس کے لیے زمانہ کو مدت قرار دیا جا سکتا ہے، جیسے، سیر و سفر، سوار ہونا، روزہ رکھنا، عورت کو اختیار دینا اور تفویض طلاق وغیرہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فعل غیر ممتد: فعل غیر ممتد یعنی اس لیے فعل کی طرف منسوب ہو کہ جس کی انجام دہی کے لیے زیادہ وقت نہیں لگتا ہے جیسے، داخل ہونا، نکلنا، آنا، طلاق، نکاح، آزاد کرنا وغیرہ وغیرہ۔

نہار: خالص بیاض کے لیے ہے جس کا اطلاق طلوعِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہوتا ہے۔

لیل: خالص سواد کے لیے ہے جس کا اطلاق غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ آفتاب تک ہوتا ہے۔

یوم: بعض کے نزدیک صرف بیاض نہار کے لیے ہے اور بعض کے نزدیک بیاض نہار اور مطلق وقت کے درمیان مشترک ہے۔

اب سمجھئے کہ جب ماقبل میں آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ "یوم" بیاض نہار اور مطلق وقت کے درمیان مشترک ہے تو "یوم" سے کہاں دن مراد ہوگا اور کہاں مطلق وقت؟ اس کے لیے ایک ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ اگر "یوم" فعل ممتد کی طرف منسوب ہو جیسے روزہ، عورت کو طلاق کا اختیار دینا وغیرہ تو "یوم" سے دن مراد ہوگا اور اگر "یوم" فعل غیر ممتد سے متصل ہو اور اسی کی طرف منسوب ہو جیسے داخل ہونا، نکلنا، طلاق دینا وغیرہ تو "یوم" سے مطلق وقت مراد ہوگا۔

اب عبارت میں ذکر کردہ مسئلہ سمجھئے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ "امرک بیدک یوم یقدم زید" کہ جس دن زید آئے گا، اس دن تجھ کو طلاق کا اختیار ہے، اب مثلاً زید دن کے بجائے رات میں آئے تو اس صورت میں بیوی کو طلاق کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں "یوم" سے مراد دن یعنی بیاض نہار ہے اور بیاض نہار یعنی دن مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ اختیارِ طلاق فعل ممتد ہے اس لیے اس کے ساتھ یوم کے متصل ہونے اور اس کی طرف یوم کے منسوب ہونے سے دن ہی مراد ہوگا، لہٰذا اگر مسئلہ مذکورہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں زید دن کے بجائے رات میں آتا ہے تو عورت کو اختیارِ طلاق حاصل نہ ہوگا، شرط کے مفقود ہونے اور نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

ہاں اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا ''یوم اتزوجک فانت طالق'' کہ جس دن مین تجھ سے شادی کروں تو تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں دن مین نکاح کرے یا رات میں ہر دو صورت میں وہ منکوحہ مطلقہ ہو جائے گی، کیونکہ یہاں یوم سے مراد بیاضِ نہار ہی نہیں ہے بلکہ مطلق وقت مراد ہے جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے اور یہاں ''یوم'' سے مطلق وقت مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ''الیوم'' فعل غیر ممتد سے متصل ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے اور وہ ہے نکاح، اس لیے یہاں ''یوم'' سے مطلق وقت مراد ہوگا اور جس وقت بھی وہ نکاح کرے گا اس کی منکوحہ مطلقہ ہو جائے گی۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۸۳

وَيَقَعُ "بِأَنَامِنْكِ بَائِنٌ" أَوْ "عَلَيْكِ حَرَامٌ" إِنْ نَوٰى لَا "بِأَنَامِنْكِ طَالِقٌ" وَإِنْ نَوٰى وَبِأَنْتِ طَالِقٌ هٰكَذَا يُشِيْرُ بِالْأَصْبَعِ يَقَعُ بِعَدَدِهٖ، وَيُعْتَبَرُ الْمَنْشُوْرَةُ لَوْ اَشَارَ بِبُطُوْنِهَا، وَلَوْ أَشَارَ بِظُهُوْرِ هَا فَالْمَضْمُوْمَةُ لِاَنَّهٗ إِذَا أُشِيْرَ بِالْاَصَابِعِ الْمَنْشُوْرَةِ فَالْعَادَةُ اَنْ يَّكُوْنَ بَطْنُ الْكَفِّ فِيْ جَانِبِ الْمُخَاطَبِ وَإِذَا عَقَدَ بِالْاَصَابِعِ يَكُوْنُ بَطْنُ الْكَفِّ فِيْ جَانِبِ الْعَاقِدِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) ''بعددہٖ'' میں ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ (ج) ہر مسئلہ کی الگ الگ تشریح کریں (د) اور پہلی صورت میں اصابع منشورہ اور دوسری صورت میں اصابع مضمومہ کا اعتبار کیوں کیا گیا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور طلاق واقع ہو جائے گی (اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے) ''انا منک بائن'' میں تجھ سے بائن ہوں یا ''انا علیک حرام'' کہا یعنی میں تجھ پر حرام ہوں اگر طلاق کی نیت کی ہو، اور اگر ''انا منک طالق'' کہا یعنی میں تیری طرف سے طلاق والا ہوں اور طلاق کی نیت بھی کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ''انت طالق ھٰکذا'' کہا تو انگلیوں کے عدد کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر انگلیوں کے بطن کی طرف سے اشارہ کیا تو کھلی ہوئی انگلیاں مراد ہوں گی اور اگر انگلیوں کے ظہر (پیٹھ) سے اشارہ کیا تو ملی ہوئی انگلیاں مراد ہوں گی، کیونکہ جب کھلی ہوئی انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے تو عادۃً کف کا بطن یعنی ہتھیلی مخاطب کی جانب ہوتی ہے اور جب انگلیاں بند کرتے ہیں (ملاتے ہیں) تو کف کا بطن یعنی ہتھیلی عاقد کی جانب ہوتی ہے۔

(ب) بعددہٖ ای بعدد الا صبع.

**(ج) تشریح:** ویقع بانامنک بائن الخ: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''انا منک بائن'' یعنی میں تجھ سے جدا ہوں اور اس جملہ سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

کتب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ ابانت ایسا لفظ ہے جو نکاح کے ذریعہ حاصل ہونے والے وصل کو زائل کرنے اور دوری وفصل پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح لفظ تحریم ہے لفظ تحریم کا بھی یہی مفہوم ہے اور چونکہ تعلق وحرمت میاں بیوی دونوں میں مشترک ہیں اس لیے ان الفاظ کی نسبت دونوں کی طرف درست ہے، بناء بریں ''انا منک بائن'' یا ''انا علیک حرام'' سے طلاق واقع ہو جائے گی جس طرح ''انت بائن'' سے واقع ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ان نوی: مصنفؒ نے نوی کی قید اس لیے لگائی کیونکہ یہ الفاظ صراحتاً طلاق کے لیے استعمال نہیں ہوتے ہیں، اس لیے ان الفاظ سے طلاق دینے کے لیے نیت ضروری ہے۔

لا بانا منک طالق: اگر شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے ''انا منک طالق'' تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی خواہ طلاق دینے کی نیت ہی کیوں نہ کرے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسے کہے: ''انا بری من نکاحک'' تو بشرط نیت طلاق پڑے گی اور اگر کہے ''انا بری من طلاقک'' تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

''الجوھرۃ النیرۃ'' میں اسی طرح ہے ''انا منک طالق'' سے طلاق واقع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا محل مرد نہیں بلکہ صرف عورت ہے اس لیے طلاق کی نسبت مرد کی طرف کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۵) وبانت طالق ھٰکذا یشیر الخ: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ''انت طالق ھکذا'' کہا تو انگلیوں کے عدد کے مطابق طلاق واقع ہوگی، مثلاً اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو دو طلاق واقع ہوگی اور اگر تین یا اس سے زائد انگلیوں سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہوجائے گی۔

اور اشارہ میں کون سی انگلیاں معتبر ہوں گی کھلی ہوئی یا ملی ہوئی؟ تو اس کا ضابطہ یہ بتایا گیا کہ اگر کف کا باطنی حصہ یعنی ہتھیلی مخاطب کی جانب ہو تو کھلی ہوئی انگلیاں معتبر ہوں گی اور اگر کف کا باطنی حصہ خود عاقد کی طرف ہو تو بند یعنی ملی ہوئی انگلیاں معتبر ہوں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# شرح وقایہ صفحہ:۸۴

وَمَنْ طَلَّقَهَا ثَلٰثًا قَبْلَ الْوَطْيِ وَقَعْنَ فَاِنْ فَرَّقَ بَانَتْ بِالْاُوْلٰی وَلَمْ تَقَعِ الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ فَفِيْ أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً تَقَعُ وَاحِدَةٌ وَيَقَعُ بِعَدَدٍ قُرِنَ بِالطَّلَاقِ لَابِهٖ فَيَلْغُوْ أَنْتِ طَالِقٌ لَوْ مَاتَتْ قَبْلَ ذِكْرِ الْعَدَدِ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھتے ہوئے ہر مسئلہ کو مدلل کیجئے۔

## الجواب

(**الف**) **ترجمہ**: اور اگر کوئی اپنی بیوی کو وطی سے پہلے تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جائے گی، پس اگر الگ الگ کر کے تین طلاق دے تو پہلی سے بائنہ ہو جائے گی اور دوسری وتیسری طلاق واقع نہ ہوگی اور ''انت طالق واحدۃ وواحدۃ'' میں ایک طلاق واقع ہوگی، اور طلاق اس عدد کے ساتھ واقع ہوگی جس کو طلاق کے ساتھ ملایا گیا ہو، صرف اصل طلاق واقع نہ ہوگی، پس ''انت طالق'' لغو ہو جائے گا اگر عدد کے ذکر کرنے سے پہلے بیوی مر جائے۔

(**ب**) **تشریح**: ومن طلقها ثلثا الخ: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو وطی سے پہلے ایک ساتھ تین طلاق دیدے یعنی ''انت طالق ثلاثاً'' کہہ دے تو تینوں طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر تین طلاق متفرق طور پر دے یعنی ''انت طالق طالق طالق'' کہے تو بیوی پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی، اور دوسری وتیسری طلاق لغو ہو جائے گی، کیونکہ غیر موطوءہ پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے، اور نکاح بالکل ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہیں رہتی اس لیے دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جاتی ہے، برخلاف تینوں ایک ساتھ دینے میں تینوں طلاق ایک ساتھ واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کو جدا جدا کر کے واقع نہیں کیا جا سکتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ویقع بعدد قرن بالطلاق الخ: یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر طلاق کے ساتھ عدد کو ملا لیا جائے تو طلاق عدد کے ساتھ واقع ہوتی ہے جیسے ''انت طالق ثلاثاً'' میں تین طلاق واقع ہوگی صرف ''انت طالق'' سے طلاق واقع نہ ہوگی ورنہ غیر موطوءہ ''انت طالق ثلاثا'' میں ''انت طالق'' سے بائنہ ہوجاتی اور ثلاثا لغو قرار پاتا، اسی قاعدہ پر تفریع بیان کرتے ہوئے مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو ''انت طالق ثلاثا'' کہے لیکن اس کی بیوی ''انت طالق'' کہنے کے بعد ثلاثا کہنے سے پہلے مرجائے تو ''انت طالق'' لغو ہوجائے گا۔

❁❁❁

## شرح وقایہ صفحہ: ۸۵

(وَفِي اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ ثِنْتَانِ لَوْ دَخَلَتْ وَوَاحِدَةٌ اِنْ قَدَّمَ الشَّرْطَ) فَعِنْدَ تَقَدُّمِ الشَّرْطِ تَقَعُ وَاحِدَةٌ وَهٰذَا فِي غَيْرِ الْمَوْطُوْءَةِ فَاِنَّ الْوَاحِدَةَ الثَّانِيَةَ تَعَلَّقَتْ بِالشَّرْطِ بِوَاسِطَةِ الْاُوْلٰى فَاِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ يَقَعُ بِهٰذَا التَّرْتِيْبِ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے بتایئے کہ شرط کی تقدیم وتاخیر سے اور بیوی کے موطوءہ وغیر موطوءہ ہونے سے حکم میں کیا فرق پڑے گا؟ نیز بتایئے کہ مسئلہ ہذا میں صاحبینؒ کی کیا رائے ہے؟

### الجواب

**(الف) ترجمہ:** (اور ''انت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار'' کہنے کی صورت میں (غیر موطوءہ بیوی پر) دوطلاق واقع ہوگی اگر وہ گھر میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

داخل ہو جائے، اور اگر شرط کو مقدم کرے تو ایک طلاق واقع ہوگی) تو شرط کے مقدم ہونے کی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی اور یہ حکم غیر موطوءہ میں ہے کیونکہ دوسری ایک طلاق شرط کے ساتھ معلق ہوئی ہے پہلی کے واسطہ سے، پس جب شرط پائی جائے تو اسی ترتیب پر واقع ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

(ب) **تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے شرط پر معلق کر کے بیوی کو طلاق دی اور عدد میں حرف واؤ کے ذریعہ عطف کر کے ایک کو دوسرے سے ملا دیا اور یوں کہا ''انت طالق واحدة و واحدة ان دخلت الدار'' تو اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر شرط کو مقدم کر کے یوں کہا ''ان دخلت الدار فانت طالق واحدة و واحدة'' تو اس صورت میں شرط کے پائے جانے کی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شرط کو مؤخر کر کے یوں کہا ''انت طالق واحدة و واحدة ان دخلت الدار'' تو اس صورت میں وجودِ شرط کے وقت دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

صاحبینؒ کے نزدیک شرط کو مقدم کر کے طلاق دی یا مؤخر کر کے بہر صورت اس کی بیوی پر دو طلاقیں واقع ہوں گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر نے حرف واؤ کے ذریعہ دو طلاقوں کو جمع کیا ہے، اور حرف واؤ مطلق جمع کے لیے آتا ہے، لہٰذا جس طرح ایک ساتھ جمع کر کے ''انت طالق ثنتین ان دخلت الدار'' کہنے کی صورت میں یکبارگی دو طلاقیں واقع ہوتی ہیں اسی طرح صورتِ مسئلہ میں بھی ایک ساتھ دو طلاق واقع ہوں گی خواہ شوہر نے شرط کو مقدم رکھا ہو یا مؤخر رکھا ہو۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ واؤ تو جمع کے لیے ہی آتا ہے لیکن جمع کے ساتھ ساتھ اس میں اور معانی موجود ہیں (۱) اتصال کے لیے ہو (۲) ترتیب کے لیے ہو، اگر واؤ اتصال کے لیے ہو تو اس صورت میں بلا شبہ دو طلاقیں واقع ہوں گی لیکن اگر ترتیب کے لیے مانا جائے تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے ایک ہی طلاق سے وہ عورت بائنہ ہو جائے گی اور دوسری طلاق کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیے محل باقی نہ ہوگا، اس لیے دوسری طلاق لغو ہو جائے گی۔
ہاں تاخیر شرط کی صورت میں دو طلاق واقع ہوں گی، کیوں کہ شرط کے مؤخر ہونے کی وجہ سے صدرِ کلام یعنی ”انت طالق واحدۃ وواحدۃ“ وجودِ شرط پر موقوف اور معلق ہوگا اور جب بھی شرط پائی جائے گی دونوں طلاق ایک ساتھ واقع ہوں گی، ایسا نہیں ہے کہ ایک طلاق واقع ہو اور ایک واقع نہ ہو، کیونکہ تاخیر شرط کی صورت میں شرط، اول کلام کو بدلنے والی ہوتی ہے، لہٰذا اول کلام شرط موقوف ہوتا ہے اور شرط کے پائے جانے کی صورت میں دونوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جائیں گی، اور تقدیم شرط کی صورت میں اول کلام کو بدلنے والی کوئی چیز موجود نہیں ہے پس اول طلاق اخیر طلاق پر موقوف بھی نہیں ہوگی، لہٰذا بالترتیب طلاق واقع ہوگی اور غیر موطوءہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔

❁❁❁

## شرح وقایہ صفحہ:۸۶

وَكِنَايَتُهُ مَالَمْ يُوْضَعْ لَهُ وَاحْتَمَلَهُ وَغَيْرَهُ، فَلاَ تُطَلَّقُ إِلَّا بِنِيَّتِهٖ أَوْ دَلَالَةِ الْحَالِ، وَمِنْهَا اِعْتَدِّيْ وَاسْتَبْرِئِيْ رَحْمَكِ، وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ، وَبِهَا تَقَعُ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) طلاقِ صریح اور کنایہ کی تعریف کرنے کے بعد عبارت کا مطلب لکھیں اور بتائیں کہ مذکورہ تینوں کنائی الفاظ سے طلاق رجعی کیوں واقع ہوتی ہے؟

**الجواب:**

(**الف**) **ترجمہ**: اور طلاق کے الفاظِ کنایہ وہ ہیں جو طلاق کے لیے وضع نہ کیے گئے ہوں اور طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتے ہوں پس ان الفاظ سے طلاق واقع نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوگی مگر نیت یا دلالتِ حال کے ساتھ، اور ان الفاظ میں سے أعتدي (تو شمار کرلے) واستبرئي رحمک (تو اپنے رحم کو پاک کر) اور ''انت واحدة'' سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

**(ب) تشریح:** طلاق دینے اور واقع کرنے کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں، (۱) صریح (۲) کنایہ۔

صریح: صریح ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جو صرف طلاق کے معنی میں مستعمل ہوتا ہو اور اس کے علاوہ دوسرے معنی میں مستعمل نہ ہوتا ہو۔ جیسے ''انت طالق''، ''انت مطلقة''، ''وطلقتک'' یہ الفاظ صریح ہیں، کیونکہ ان کے معنی اور مفہوم بالکل واضح ہیں اور نفس تکلم سے ہی سامع اس کے مفہوم کو سمجھ لیتا ہے۔

کنایہ: کنایہ وہ الفاظ ہیں جو طلاق کے لیے وضع نہ کیے گئے ہوں البتہ ان میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہو، ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے طلاق واقع نہ ہوگی مگر یہ کہ طلاق کی نیت پائی جائے یا نیت کے قائم مقام دلالتِ حال وغیرہ پائی جائے، مثلاً مذاکرۂ طلاق یا حالتِ غضب وغیرہ، الفاظ کنایہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک قسم تو وہ ہے جن سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (۲) اور دوسری قسم وہ ہے جن سے طلاق بائنہ واقع ہوگی، پہلی قسم جن سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے وہ تین الفاظ ہیں، اعتدي، استبرئي رحمک، انت واحدة، یہ الفاظ طلاق کے لیے وضع نہیں کیے گئے ہیں، لیکن ان میں طلاق کا بھی احتمال ہے اور غیر طلاق کا بھی جیسے کہ:

اعتدي: اس کے معنی شمار کرنے کے ہیں، پس اس میں یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ تو عدت کے ایام شمار کرلے، یا اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا بھی مراد ہوسکتا ہے، لہٰذا نیت کی ضرورت ہوگی اگر پہلے معنی کی نیت کی ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، اس لیے عدت کے ایام شمار کرلے۔

استبرئي رحمک: اپنے رحم کو بری اور پاک کرلے تو اس میں بھی دو چیزوں کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

احتمال ہے، ایک تو مطلب یہ ہوگا کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، لہٰذا عدت کے ذریعہ اپنے رحم کو پاک کرلے یا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ تو اپنے رحم کو پاک کرلے تاکہ میں تجھے طلاق دے سکوں، اب اگر پہلی نیت کی تو طلاق واقع ہوجائے گی اور دوسری نیت کی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

انت واحدۃ: تو ایک اور یکتا ہے اس میں بھی دو معنی کا احتمال ہے، ایک تو یہ کہ واحدۃٌ کو مصدر محذوف کی صفت مانا جائے یعنی تطلیقۃ واحدۃ مانا جائے، اور دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کی تعریف کررہا ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ تو میری نگاہ میں یکتا ہے، یا اپنی قوم میں یکتا ہے، تیرے جیسی دوسری کوئی عورت نہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی اگر پہلے معنی کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں، اور ان تینوں کلمات سے صرف طلاق رجعی اس لیے واقع ہوگی کیونکہ شروع کے دو کلمات یعنی ''اعتدی و استبرئي رحمک''میں''انت طالق ''اقتضاءً ثابت ہے اور''انت واحدۃ ''میں طلاق مقدر ہے اور اگر''انت طالق ''ظاہر ہوتا تو صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی پس جب لفظ طلاق مقدر ہو تو بدرجۂ اولیٰ ایک طلاق رجعی ہی واقع ہوگی۔

ان الفاظ کے علاوہ بقیہ الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اگر ایک یا دو طلاق کی نیت کرے اور اگر تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۸۹

وَلِمَنْ قِيْلَ لَهَا طَلِّقِيْ نَفْسَكِ، أَوْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ، اَوْ اِخْتَارِيْ بِنِيَّةِ الطَّلَاقِ تَطْلِيْقُهَا فِيْ مَجْلِسٍ عَلِمَتْ بِهٖ وَاِنْ طَالَ مَالَمْ تَقُمْ اَوْ تَعْمَلْ مَا يَقْطَعُهُ لَا بَعْدَهٗ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھتے ہوئے درج بالا باتوں کی وضاحت ضرور کیجئے، تفویض طلاق کے سلسلہ میں مذکورہ تینوں الفاظ میں سے کون سا لفظ صریح ہے اور کون سا کنایہ؟ اور مجلس کن امور سے بدل جاتی ہے؟ (ج) ''بنية الطلاق'' کا تعلق کس سے ہے؟

**الجواب:**

(**الف**) **ترجمه**: اور جس عورت سے کہا گیا ہو'' طلقي نفسک ''کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے دے یا طلاق کی نیت سے ''امرک بیدک'' کہے یعنی تیرا معاملہ تیرے ہاتھ (قبضہ) میں ہے یا ''اختاري'' کہا یعنی تو اختیار کرلے تو عورت کو طلاق لینے کا اختیار ہوگا اس مجلس میں جس میں وہ جانے اگر چہ مجلس لمبی ہو جائے، جب تک کہ وہ عورت مجلس سے اٹھ نہ جائے یا کوئی ایسا عمل نہ کرے جو مجلس کو منقطع کردے (تب تک اختیار باقی رہے گا) اس کے بعد نہیں۔

(**ب**) **تشریح**: جس طلاق کو شوہر کا غیر واقع کرے اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) رسالہ: مثلاً شوہر کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ تو میری فلانی بیوی کو جا کر کہہ دے کہ تیرا شوہر تجھ کو ''انت طالق '' کہتا ہے یا ''اختاري'' کہتا ہے (۲) وکالہ: کہ شوہر کسی دوسرے کو طلاق دینے کا وکیل بنادے کہ تو میری بیوی کو طلاق دیدے (۳) تفویض: یعنی بیوی کو طلاق کا مالک بنادینا، مثلاً بیوی سے کہے ''طلقي نفسک'' وغیرہ۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے ''طلقي نفسک ''تو یہ بیوی کی طرف طلاق کی تفویض ہے یعنی بیوی کو طلاق کا مالک بنانا ہے، اور یہ لفظ طلاق کے معنی میں صریح ہے اس لیے نیت کی ضرورت نہ ہوگی، اور ''امرک بیدک'' اور ''اختاري'' کے الفاظ تفویضِ طلاق پر دلالت تو کرتے ہیں لیکن اس معنی میں صریح نہیں ہیں، اس لیے ان الفاظ کے کہنے کی صورت میں نیتِ طلاق کی ضرورت ہوگی، اب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اگر شوہر نے یہ الفاظ کہے تو عورت کو طلاق لینے کا اختیار ہوگا اسی مجلس میں جس میں اس کو اس بات کا علم ہوا ہو اور اس کا یہ اختیار مجلس کے ختم تک باقی رہے گا چاہے وہ مجلس کتنی ہی طویل ہو جائے، البتہ مجلس کے ختم ہوتے ہی اس کا اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔

ما لم تقم او تعمل ما يقطعه: تبدلِ مجلس کی تفسیر یہ ہے کہ جب تک عورت مجلس سے نہ اٹھے یا کسی دوسرے کام میں نہ لگ جائے اس کو طلاق لینے کا اختیار باقی رہے گا لیکن اگر مجلس سے اٹھ جائے یا کسی دوسرے کام میں لگ جائے تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا، کیونکہ اٹھ جانے سے مجلس بدل جاتی ہے اسی طرح دوسرے عمل میں لگنے سے بھی حکماً مجلس بدل جاتی ہے، مثلاً سب مل کر کھانا کھا رہے تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دسترخوان وغیرہ اٹھالیا گیا اور لوگ اسی جگہ بیٹھے ہوئے باتوں میں مشغول ہوگئے تو یہ مجلس کا بدل جانا ہے، کیونکہ عمل بدل گیا ہے۔

(ج) ''بنية الطلاق'' اس کا تعلق ''امرک بيدک'' اور ''اختاري'' سے ہے اس لیے کہ ان دونوں میں طلاق کی نیت ضروری ہے، برخلاف ''طلقي نفسک'' کے، کیونکہ وہ طلاق کے معنی میں صریح ہے۔

بنية الطلاق: هو قيد للاخيرين فانهما يحتاجان الىٰ نية الطلاق دون الاول لكونه صريحاً فلو لم ينوفى الاخيرين لم يكن تفويضاً. (شرح الوقایہ ج:۲ رص:۸۹ رحاشیہ نمبر ۴)

## شرح وقایہ صفحہ:۸۹

وَجُلُوْسُ الْقَائِمَةِ وَالتِّكَاءُ الْقَاعِدَةِ وَقُعُوْدُ الْمُتَّكِئَةِ وَدُعَاءُ الْاَبِ لِلشُّوْرٰى وَشُهُوْدٍ تَشْهَدُهُمْ وَوَقْفُ دَابَّةٍ هِىَ رَاكِبَتُهَا لَا يَقْطَعُ وَفُلْكُهَا كَبَيْتِهَا وَسَيْرُ دَابَّتِهَا كَسَيْرِهَا حَتّٰى لَا يَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ بِجَرْيِ الْفُلْكِ وَيَتَبَدَّلُ بِسَيْرِ الدَّابَّةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) وضاحت کے ساتھ مطلب تحریر کرتے ہوئے ہر جزء کو الگ الگ سمجھائیں۔

## الجواب:

(الف) **ترجمہ**: اور کھڑی ہوئی عورت کا بیٹھ جانا اور بیٹھی ہوئی عورت کا ٹیک لگانا اور ٹیک لگائی ہوئی عورت کا سیدھے بیٹھ جانا اور اپنے باپ کو مشورہ کے لیے بلانا اور گواہوں کو گواہ بنانے کے لیے بلانا اور جس سواری پر سوار ہو اس کو روک لینا مجلس کو ختم نہیں کرتا (یعنی ان امور سے مجلس نہیں بدلتی) اور اس کی کشتی اس کے گھر کے مانند ہے اور اس کی سواری کا چلنا خود اس کے چلنے کی طرح ہے، چنانچہ کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلے گی اور جانور (سواری) کے چلنے سے مجلس بدل جائے گی۔

(ب) **تشریح**: مصنفؒ یہاں سے ان کاموں کا تذکرہ کر رہے ہیں جن سے مجلس نہیں بدلتی، مثلاً جس مجلس میں اس کو تفویض کی خبر پہنچی اس وقت وہ کھڑی ہوئی تھی تو اس خبر کو سن کر بیٹھ گئی تو بیٹھ جانے کی صورت میں خیار باطل نہ ہوگا، کیونکہ قیام سے قعود اور جلوس اعراض کی دلیل نہیں ہے، اس وجہ سے کہ کھڑے ہونے کی بہ نسبت بیٹھنے میں زیادہ توجہ ہے اور قیام کے مقابلہ میں بیٹھ کر زیادہ اچھی طرح سوچ سکتی ہے۔

**والتکاء القاعدۃ**: اگر خیار ملتے وقت عورت سیدھے بیٹھی تھی، خیار ملنے کے بعد ٹیک لگا کر بیٹھ گئی یا خیار ملنے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اور خیار ملنے کے بعد سیدھی بیٹھ گئی تو یہ بھی خیار کو باطل نہیں کرے گا، کیونکہ اس طرح ہیئت بدلنا اعراض کی دلیل نہیں ہے۔

**ودعاء الأب**: اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا گیا اور عورت نے خیار ملنے کے بعد اپنے باپ کو مشورہ کے لیے بلوایا یا گواہوں کو گواہی کے لیے طلب کیا تو ان صورتوں میں بھی عورت کا خیار باطل نہ ہوگا، کیونکہ مشورہ صحیح اور اچھی رائے جاننے کے لیے ہوتا ہے اور گواہ بنانا ٹال مٹول سے بچنے کے لیے ہوتا ہے، لہٰذا یہ دونوں خیار کی طرف توجہ کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور اسے اپنانے کا اقدام کرنے پر دلیل ہوں گے نہ کہ اعراض اور عدمِ التفات پر۔

**ووقف دابة**: اگر عورت سواری پر سوار ہو کر کہیں جارہی تھی کہ شوہر کے خیار کی اطلاع ملنے پر اس نے اپنی سواری کو روک لیا تو عورت کا خیار باطل نہیں ہوگا بلکہ خیار باقی رہے گا۔ جیسے عورت پیدل کہیں جارہی تھی کہ اس کو اختیار دینے کا علم ہوا اور عورت رک گئی تو جیسے اس صورت میں رکنے سے خیار باطل نہیں ہوتا یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب سواری پر سوار ہو اور خیار کا علم ہو جانے کے بعد عورت اپنی سواری کو روک دے تو خیار باطل نہ ہوگا، کیونکہ یہ اعراض کی دلیل نہیں ہے۔

البتہ اختیار کا علم ہو جانے کے بعد سواری چلا کر آگے بڑھ جانا اعراض کی دلیل اور علامت ہے، جس طرح خود مجلس سے اٹھ جانا اعراض کی دلیل ہے۔

**وفلكها كبيتها و سير دابتها**: مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت عورت کو تفویض کی خبر پہنچی عورت کشتی میں سوار تھی تو کشتی کے چلنے سے اس کا خیار ختم نہیں ہوگا کیونکہ کشتی کا حکم گھر کی طرح ہے چاہے وہ کشتی بیچ سمندر میں ہو یا کنارے کھڑی ہو، ہاں اگر وہ خود اٹھ کر اِدھر اُدھر چلی جائے تو خیار ختم ہو جائے گا، اسی حکم میں ٹرین بھی ہے، البتہ اگر ایسی سواری ہو جو خود اسی کے کنٹرول میں ہو مثلاً جانور یا موٹر، بائک وغیرہ تو اس سواری کا چلنا خود اس کے چلنے کے حکم میں ہوگا اور اس سے مجلس بدل جائے گی اور خیار ختم ہو جائے گا۔

❀❀❀

## شرح وقایہ صفحہ: ۹۲

وَيَقَعُ بِـاَبَـنْـتُ نَفْسِي رَجْعِيَّةٌ لِاَنَّهَا قَالَتْ فِيْ جَوابِ طَلِّقِيْ نَفْسَكِ فَلَيْسَ لَهَا اِيْقَاعَ الْبَائِنِ بَلْ مُطْلَقَ الطَّلاقِ، فَفِيْ قَوْلِهَا اَبَنْتُ نَفْسِيْ بَطَلَتْ صِفَةُ الْإِبَانَةِ وَبَقِيَ مُطْلَقُ الطَّلاقِ وَهُوَ رَجْعِيٌّ وَبِاخْتَرْتُ نَفْسِيْ لا يَقَعُ لِاَنَّهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لَيْسَ مِنْ اَلْفَاظِ الطَّلَاقِ، وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوْعُ عَنْ طَلِّقِيْ نَفْسَكِ وَيَتَقَيَّدُ بِالْمَجْلِسِ وَفِيْ طَلِّقِيْ ضَرَّتَكِ وَطَلِّقْ اِمْرَاَتِيْ خِلَافُهُمَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے "طلقی نفسک" کے جواب میں بیوی کے "ابنت نفسی" کہنے اور "اخترت" کہنے کے حکم میں جو فرق ہے مدلل طور سے بوضاحت تحریر کریں (ج) "خلافھما" میں ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

## الجواب:

(**الف**) **ترجمہ**: اور اگر (طلقی نفسک کے جواب میں) عورت نے "ابنت نفسی" کہا تو طلاق رجعی ہی واقع ہوگی، کیونکہ اس نے "طلقی نفسک" کے جواب میں کہا ہے، پس عورت کو طلاق بائنہ واقع کرنے کا اختیار نہ ہوگا، بلکہ مطلق طلاق کا اختیار ہوگا، پس عورت کے قول "ابنت نفسی" میں صفت ابانت باطل ہو جائے گی اور مطلق طلاق باقی رہے گی اور وہ طلاق رجعی ہے (اور اگر "طلقی نفسک" کے جواب میں) عورت نے "اخترت نفسی" کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے، اور "طلقی نفسک" سے رجوع کرنا صحیح نہ ہوگا اور یہ اختیار مجلس کے ساتھ مقید ہوگا اور "طلقی ضرتک" اور "طلق امرأتی" میں ان دونوں کے خلاف حکم ہے۔

(**ب**) **تشریح**: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر کے قول "طلقي نفسک" کے جواب میں عورت نے "ابنت نفسي" کہا تو اس سے طلاق رجعی ہی واقع ہوگی کیونکہ "ابانت" لفظ طلاق میں سے ہے اس لیے وہ شوہر کی تفویض کے موافق ہوگا، لیکن عورت نے جو صفتِ بینونت کو زیادہ کیا ہے اور شوہر کی تفویض سے ہٹ کر عورت کو کچھ واقع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے، لہٰذا صفتِ ابانت تو باطل ہو جائے گی اور مطلق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طلاق باقی رہ جائے گی اور وہ طلاق رجعی ہے۔

**وباخترت نفسي الخ:** اور اگر "طلقي نفسک" کے جواب میں عورت نے "اخترت نفسی" کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اختیار لفظ طلاق میں سے نہیں ہے اسی لیے اگر مرد نے طلاق کی نیت سے "اخترتک" یا "اختاری" کہا لیکن عورت نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، "اخترت نفسی" سے طلاق رجعی اس وقت واقع ہوگی جب کہ یہ شوہر کے قول "اخترتک" یا "اختاري" کے جواب میں واقع ہو اور یہاں پر "طلقي نفسک" کے جواب میں واقع ہوا ہے، اور "طلقی نفسک" اور "اخترت نفسی" میں چوں کہ موافقت نہیں ہے اس لیے عورت کا قول "اخترت نفسی" لغو ہو جائے گا اور اس سے نہ طلاقِ رجعی واقع ہوگی نہ طلاق بائنہ۔

**ولا يصح الرجوع الخ:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے "طلقي نفسک" کہا تو اب اس کو اپنے اس قول سے رجوع کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں یمین کے معنی ہیں اور اس لیے کہ شوہر نے طلاق کو عورت کے دینے پر معلق کیا ہے اور یمین تصرفِ لازم ہے اس لیے رجوع کا اختیار نہیں ہوگا اور عورت کو مجلس کے ختم تک اختیار باقی رہے گا کیونکہ "طلقي نفسک" کے ذریعہ عورت کو طلاق کا مالک بنانا ہے، اور تملیک مجلس پر منحصر ہوتی ہے، اس کے برخلاف "طلقي ضرتک" (تو اپنے سوکن کو طلاق دیدے) اور "طلق امرأتي" (تو میری بیوی کو طلاق دیدے) یہ توکیل ہے یعنی شوہر اپنی ایک بیوی کو اس بات کا وکیل بناتا ہے کہ تو اپنی سوکن کو طلاق دیدے، یا کسی اور کو اس بات کا وکیل بناتا ہے کہ تو میری بیوی کو طلاق دیدے، اور چونکہ وکالت رجوع کو قبول کرتی ہے، کیونکہ مؤکل اپنے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور وکالت مجلس تک بھی مقید نہیں ہوتی اس لیے شوہر اس صورت میں رجوع کا اختیار رکھے گا اور سامنے والا مجلس کے بعد بھی طلاق دے سکے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) خلافهما اي يصح عنه الرجوع و لا يتقيد بالمجلس.

اس کی تفصیل بوضاحت تشریح میں گذر چکی ہے۔

**فائدہ:** مذکورہ مسئلہ میں پہلی تفویض کو تملیک کہا گیا ہے اور دوسری تفویض کو توکیل، اس کی وجہ یہ ہے کہ وکیل وہ ہوتا ہے جو دوسرے کے لیے کام کرے اور مالک خود اپنے لیے کام کرتا ہے اور چونکہ پہلے مسئلہ میں عورت خود اپنے لیے کام کرے گی لہٰذا وہ تملیک ہے اور دوسرے مسئلہ میں اپنے غیر یعنی شوہر کے لیے کام ہوگا، اس لیے وہ توکیل ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۰۰

وَاَلْفَاظُ الشَّرْطِ اِنْ وَاِذَا وَاِذَا مَا وَكُلُّ وَكُلَّمَا وَمَتٰى وَمَتٰى مَا فَفِيْهَا تَنْحَلُّ الْيَمِيْنُ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ اِلَّا فِيْ كُلَّمَا فَاِنَّهُ تَنْحَلُّ بَعْدَ الثَّلَاثِ فَلَا يَقَعُ اِنْ نَكَحَهَا بَعْدَ زَوْجٍ اٰخَرَ اِلَّا اِذَا اُدْخِلَتْ عَلَى التَّزَوُّجِ نَحْوَ كُلَّمَا تَزَوَّجْتُكِ فَاَنْتِ كَذَا، وَزَوَالُ الْمِلْكِ لَا يُبْطِلُ الْيَمِيْنَ وَ تَنْحَلُّ بَعْدَ الشَّرْطِ مُطْلَقًا وَشُرِطَ لِلطَّلَاقِ الْمِلْكُ.

(الف) عبارت مع اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے (ب) مطلب لکھیے، مذکورہ بالا کلمات الشرط کے معانی واحکام بیان کریں، نیز انحلال الیمین کی مراد واضح کیجیے (ج) وزوال الملک الخ سے صاحب کتاب کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کیجیے۔

الجواب

(**الف**) **ترجمہ:** اور الفاظ شرط ان، اذا، اذا ما، کل، کلما، متی اور "متی ما" ہیں، پس ان الفاظ میں (ایک مرتبہ) شرط کے پائے جانے کی صورت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یمین منحل ہو جائے گی سوائے لفظ کلما میں، کیونکہ اس میں تین کے بعد یمین باطل ہوگی، پس (کلما کہنے کی صورت میں) طلاق واقع نہیں ہوگی اگر اس نے دوسرے شوہر کے بعد اس عورت سے نکاح کیا مگر جب کہ کلما کو تزوج پر داخل کیا جائے، جیسے: کلما تزوجتک فانت کذا (کہ میں جب جب تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر طلاق) اور ملکیت کا زائل ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا اور یمین منحل (پوری) ہو جائے گی شرط کے پائے جانے کے بعد مطلق طور پر، اور طلاق واقع ہونے کے لیے ملک شرط ہوگی۔

(ب) **تشریح**: والفاظ الشرط الخ: یہاں سے مصنفؒ الفاظ شرط کو ذکر کر رہے ہیں، الفاظ شرط یہ ہیں: ان، اذا، اذا ما، کل، کلما، متی اور متی ما، کہ اگر ان الفاظ کے ذریعہ تعلیق کی ہو تو ایک مرتبہ شرط پائے جانے کی صورت میں یمین پوری ہو کر ختم ہو جائے گی، کیونکہ یہ الفاظ عموم وتکرار پر دلالت نہیں کرتے، سوائے لفظ کلما کے، کہ ''کلما'' کہنے کی صورت میں تین طلاق واقع ہونے کے بعد یمین منحل ہو کر ختم ہو جائے گی کیونکہ ''کلما'' افعال میں تعمیم کا تقاضا کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول ''کلما نضجت جلودھم بدلناھم'' (الآیۃ) میں، اور تعمیم کے لیے تکرار لازم ہے، لہٰذا کلمۂ کلما میں شرط کے پائے جانے کے بعد یمین باقی رہے گی تین طلاق واقع ہونے تک۔

والمرادُ بانحلال الیمین: ای بطلانُ الیمین ببطلان التعلیق: مطلب یہ ہے کہ مذکورہ الفاظِ شرط میں سوائے لفظ کلما کے جب شرط پائی گئی تو قسم منحل ہو کر ختم ہو گئی، مثلاً شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''ان دخلت الدار فانت بائن'' کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق بائنہ ہے پس جب یہ عورت گھر میں داخل ہوگی تو وہ مطلقہ بائنہ ہو جائے گی اور قسم بھی ختم ہو جائے گی اگر دوبارہ نکاح کے بعد عورت اس گھر میں داخل ہو تو اس مرتبہ حانث نہ ہوگی، کیونکہ فعلِ جزاء کے پائے جانے کی وجہ سے قسم باطل ہو گئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فلا یقع ان نکحها الخ: اس سے پہلے مصنفؒ نے جو ذکر کیا کہ کلما کہنے کی صورت میں تین طلاق واقع ہونے کے بعد ہی یمین کا اثر ختم ہوگا، اب یہاں یہ حکم بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے "کلما دخلت الدار فانت طالق" کہا اور اس کی بیوی بار بار گھر میں داخل ہوتی رہی اور یکے بعد دیگرے اس پر تین طلاق واقع ہوگئی اور پھر اس عورت نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا بعد ازاں اس شوہر سے طلاق یا اس کی وفات کے بعد پہلے شوہر نے اس سے نکاح کرلیا ہو تو اب اگر وہ عورت اس گھر میں داخل ہو تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

دلیل یہ ہے کہ شوہر سابقہ نکاح کی بناء پر جن تین طلاقوں کا مالک تھا وہ پوری ہوگئی اس لیے اب جزاء باقی نہ رہی، کیونکہ جزاء اس ملک نکاح کی تین طلاقیں تھیں پس جب جزاء ختم ہوگئی تو یمین بھی ختم ہوگئی، البتہ اگر "کلما" کو تزوج پر داخل کیا گیا تو پھر تین طلاق کے بعد بھی یمین ختم نہ ہوگی، مثلاً اگر اس نے کہا "کلما تزوجت فلانۃ فهي طالق" تو جب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق واقع ہوتی رہے گی، چاہے تین طلاق واقع ہونے کے بعد کسی اور سے حلالہ کرنے کے بعد بھی نکاح کرے تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی، دلیل یہ ہے کہ اس نے طلاق کو نکاح پر معلق کیا ہے، لہٰذا جب بھی نکاح پایا جائے گا طلاق واقع ہوتی رہے گی اور چونکہ نکاح کی کوئی حد متعین نہیں ہے، طلاق کی حد بھی متعین نہ ہوگی، جب جب بھی سبب (نکاح) پایا جائے گا مسبب (طلاق) پایا جائے گا۔

(ج) وزوال الملک لا یبطل الیمین الخ: یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر یمین کے بعد ملک زائل ہو جائے تو یمین باطل نہیں ہوگی، مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "ان دخلت الدار فانت طالق" اور عورت کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کو طلاق دیدی تو یمین باطل نہ ہوگی، دلیل یہ ہے کہ یمین کا بقاء شرط اور جزاء سے ہے اور چونکہ شرط ابھی تک پائی نہیں گئی، لہٰذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

شرط باقی ہے اور عورت جو محل جزاء ہے وہ بھی باقی ہے اس لیے جزاء بھی باقی ہے، اور جب شرط و جزاء باقی ہے تو یمین بھی باقی رہے گی۔

**و تنحل بعد الشرط مطلقاً:** یہاں سے مصنفؒ دوسرا قاعدہ بیان فرمارہے ہیں وہ یہ ہے کہ جب بھی شرط پائی جائے گی یمین اتر پڑے گی چاہے شرط کے پائے جانے کے وقت ملک موجود ہو یا نہ ہو، اگر شرط ملک موجود ہونے کی حالت میں پائی جائے تو جزاء واقع ہو جائے گی اور یمین باطل ہو جائے گی اور اگر ملک موجود نہ ہو تو بغیر جزاء کے ہی یمین اتر پڑے گی اور جزاء واقع نہ ہوگی محل نہ ہونے کی بناء پر لیکن شرط کے پائے جانے کی وجہ سے یمین باطل ہو جائے گی۔

## شرح وقایہ صفحہ:۱۰۳

وَلَوْ عَلَّقَ الطَّلَاقَ بِشَيْئَيْنِ يَقَعُ إِنْ وُجِدَ الثَّانِي فِيْ الْمِلْكِ وَإِلَّا فَلَا، وَالتَّنْجِيْزُ يُبْطِلُ التَّعْلِيْقَ فَلَوْ عَلَّقَ الثَّلَاثَ بِشَرْطٍ ثُمَّ نَجَّزَ الثَّلٰثَ ثُمَّ عَادَتْ اِلَيْهِ بَعْدَ التَّحْلِيْلِ ثُمَّ وُجِدَ الشَّرْطُ لَا يَقَعُ شَيْءٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھ کر مذکورہ مسائل کو واضح کریں اور ہر مسئلہ کی مثال بھی تحریر کریں۔

### الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور اگر طلاق کو دو چیزوں پر معلق کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر دوسری شرط ملک میں پائی جائے ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی، اور تنجیز تعلیق کو باطل کر دیتی ہے پس اگر تین طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا پھر اس نے (شرط پائے جانے سے پہلے) فی الحال تین طلاق دیدی پھر وہ عورت حلالہ کے بعد پہلے شوہر کی طرف لوٹ آئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پھر شرط پائی گئی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

**(ب) تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق کو ایسی شرط پر معلق کیا جو شرط مکرر ہو اس طور پر کہ ایک شرط کو دوسری شرط پر عطف کرے اور جزاء آخر میں لائے، مثلاً یوں کہے "ان کلمت فلاناً و فلاناً فانت طالق ثلاثاً" یعنی اگر تو نے فلاں اور فلاں سے بات کی تو تجھ پر تین طلاق، اب اگر دونوں سے بات کرے گی تو تین طلاق واقع ہوگی صرف ایک سے بات کرنے کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے سے بات نہ کرے، کیونکہ اس نے ایک شرط کو دوسری ایسی شرط پر عطف کیا جس کا کوئی حکم نہ تھا پھر اس کے بعد جزاء کو ذکر کیا تو یہ جزاء دونوں شرطوں سے متعلق ہوگی اس لیے دونوں شرطوں کے پائے جانے کے بعد ہی طلاق واقع ہوگی۔

والتنجیز یبطل التعلیق: تنجیز کہتے ہیں بغیر کسی شرط کے فی الحال طلاق دینا، اور تعلیق کہتے ہیں طلاق کو کسی شرط پر معلق کرنا، مثلاً یوں کہنا کہ اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ پر طلاق۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا "انت طالق ثلثا ان دخلت الدار" اور اس عورت کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس کو تین طلاق دیدی تو یہ طلاق دینا تعلیق کو باطل کردے گا، اسی کو مصنفؒ نے "والتنجیز یبطل التعلیق" کے ذریعہ بیان کیا ہے، اب اگر وہ عورت حلالہ کے بعد پھر پہلے شوہر سے نکاح کرلے اور گھر میں داخل ہو تو اس عورت پر تین طلاق واقع نہ ہوگی جو کہ دخولِ دار کے ساتھ معلق تھیں، کیونکہ تنجیز نے اس تعلیق کو باطل کردیا اور یہ تعلیق باقی نہ رہی، لہٰذا دخولِ دار سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۱۴

وَاِنْ خَلاَبِهَا فَاَنْكَرَ فَلاَ، اَيْ لاَ تَصِحُّ رَجْعَتُهَا لِاَنَّهُ اَنْكَرَ الْوَطْىَ وَلَمْ يُوْجَدْ تَكْذِيْبُ الشَّرْعِ اِنْكَارَهُ فَيَكُوْنُ اِنْكَارُهُ حُجَّةً عَلَيْهِ، وَاِنَّمَا يَتَأَكَّدُ الْمَهْرُ بِالْخَلْوَةِ لِاَنَّهَا سَلَّمَتْ اِلَيْهِ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ لاَ لِاَنَّهُ قَبَضَ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ بِاَنْ وَطِيَهَا، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَرَاجَعَهَا فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ صَحَّتْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اور مطلب بوضاحت لکھیں۔

**الجواب:**

(**الف**) **ترجمہ:** اور اگر شوہر نے بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ کر لی اور وطی سے انکار کر دیا تو رجعت صحیح نہ ہوگی کیونکہ شوہر وطی سے انکار کرتا ہے اور منجانب شرع اس کے انکار کی تکذیب نہیں پائی گئی تو اس کا انکار اس پر حجت ہوگا، اور خلوت کی بناء پر مہر کا مؤکد ہونا اس لیے ہے کہ عورت نے معقود علیہ شوہر کے سپرد کر دیا، اس لیے نہیں کہ شوہر نے معقود علیہ پر قبضہ کیا ہو بایں طور کہ اس سے وطی کی ہو، پس اگر اس نے اس عورت کو طلاق دیدی پھر اس سے رجعت کر لی اور وہ عورت (طلاق کے بعد) دو سال سے کم میں بچہ لے آئی تو رجعت صحیح ہوگی۔

(**ب**) **تشریح:** وان خلابها فانكر فلا: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ کر لی لیکن وطی سے انکار کرتا ہے پھر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر طلاق دینے کے بعد رجعت کرتا ہے تو اس کی یہ رجعت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ جب وہ وطی سے انکار کرتا ہے تو بیوی غیر موطوءہ ہے اور غیر موطوءہ پر عدت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ طلاق دیتے ہی بائنہ ہو جاتی ہے اور یہاں منجانبِ شرع اس کے انکارِ وطی کی تکذیب بھی نہیں ہو رہی ہے، لہٰذا اس کا انکار اس پر حجت ہوگا اور رجعت کی کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

گنجائش نہیں ہوگی، رہا خلوت صحیحہ کی بناء پر مہر کا مؤکد ہو جانا تو وہ اس لیے ہے کہ عورت نے جب معقود علیہ (بضع) شوہر کے سپرد کر دی تو شوہر پر اس کا بدل یعنی مہر واجب ہو جائے گا، شوہر کا اس سے وطی کرنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا انکارِ وطی کے باوجود مہر واجب ہو جائے گا۔

**فان طلقها فراجعها الخ:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر اس بیوی کو جس سے خلوتِ صحیحہ کر لی ہے لیکن وطی کا منکر ہے طلاق دیدے پھر رجعت کر لے اب وہ عورت طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ لے آئی تو اس رجعت کو صحیح قرار دیا جائے گا، اس وجہ سے کہ جب عورت طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ لے آئی اور اس نے ابھی تک عدت کے پورا ہونے کا اقرار بھی نہ کیا ہو اور بچہ کے پیٹ میں رہنے کی اکثر مدت دو سال ہے تو لازم ہوگا کہ شوہر کو طلاق سے پہلے وطی کرنے والا مانا جائے، اس صورت میں شوہر کے وطی سے انکار کی منجانبِ شرع تکذیب ہوگئی، لہٰذا شوہر نے جو رجعت کی ہے اس کو صحیح قرار دیا جائے گا اور شوہر کو قبل الطلاق وطی کرنے والا قرار دیا جائے گا، کیونکہ اگر شوہر کو قبل الطلاق وطی کرنے والا نہ سمجھا جائے تو نفسِ طلاق سے ملکِ نکاح زائل ہو جائے گا اور شوہر کی وطی بعد الطلاق ہوگی جو کہ حرام ہے جب کہ مسلمان کو فعلِ حرام سے بچانا ضروری ہے، لہٰذا شوہر قبل الطلاق وطی کرنے والا سمجھا جائے گا، اور رجعت صحیح ہوگی، کیونکہ دو سال سے کم میں بچہ کی ولادت شوہر کے اس قول کی تکذیب کر رہی ہے کہ میں نے وطی نہیں کی، تو گویا کہ شوہر نے وطی کے بعد طلاق دی جس سے عورت حاملہ ہوگئی تو اب اس کی عدت وضعِ حمل ہوگی اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجعت صحیح ہوتی ہے، لہٰذا اس رجعت کو صحیح قرار دیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۲۵

وَاِنْ قَالَ طَلِّقِيْ نَفْسَكِ ثَلاثًا بِأَلْفٍ اَوْ عَلٰى اَلْفٍ وَطَلَّقَتْ وَاحِدَةً لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ لِأَنَّ الزَّوْجَ لَمْ يَرْضَ بِالْبَيْنُوْنَةِ اِلَّا اَنْ تُسَلَّمَ لَهُ الْاَلْفُ كُلُّهَا وَلَمْ تُسَلَّمْ بِخِلَافِ قَوْلِهَا طَلِّقْنِيْ ثَلَاثًا بِأَلْفٍ لِاَنَّهَا لَمَّا رَضِيَتْ بِالْبَيْنُوْنَةِ بِأَلْفٍ فَهِيَ اَرْضٰى بِالْبَيْنُوْنَةِ بِبَعْضِهَا.

(الف) مندرجہ بالا عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) اور مطلب تحریر کیجئے۔

### الجواب:

(**الف**) **ترجمہ**: اور اگر شوہر نے کہا "طلقی نفسک ثلاثاً بالف او علی الف" کہ تو اپنے آپ کو تین طلاق دے لے ایک ہزار کے عوض یا ایک ہزار پر پس عورت نے ایک طلاق لی تو کچھ واقع نہ ہوگا کیونکہ شوہر بینونت پر راضی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لیے پورے ایک ہزار سلامت ہوں اور وہ سلامت نہیں ہے، بر خلاف عورت کے قول "طلقنی ثلثا بألف" کے، کیونکہ جب عورت ایک ہزار کے عوض بینونت پر راضی ہے تو وہ اس کے بعض سے بینونت پر بدرجۂ اولیٰ راضی ہوگی۔

(**ب**) **تشریح**: مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا "طلقی نفسک ثلاثا بالف" یا "علی الف" یعنی تو اپنے آپ کو ایک ہزار کے عوض یا ایک ہزار پر تین طلاق دے لے پس عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دیدی تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

دلیل یہ ہے کہ شوہر بینونت پر راضی نہیں ہے مگر اس حال میں کہ اس کو مکمل ایک ہزار مل جائیں اور ایک طلاق کی صورت میں اس کو ایک ہزار نہیں مل سکتے، بر خلاف اس صورت کے کہ جب عورت اپنے شوہر سے کہے "طلقنی ثلاثاً بالف" کہ اس صورت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں اگر شوہر ایک طلاق دے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی ایک ہزار کے تہائی کے بدلہ میں، کیونکہ جب عورت ایک ہزار کے بدلہ میں بینونت پر راضی ہے تو وہ ایک ہزار کے بعض جو کہ قلیل ہے اس پر اگر بینونت مل جائے تو اس پر وہ بدرجۂ اولیٰ راضی ہوگی۔

## شرح وقایہ صفحہ:۱۳۱

وَفِيْ أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلَ أُمِّيْ أَوْ كَأُمِّيْ اِنْ نَوٰى الْكَرَامَةَ اَوِ الظِّهَارَ صَحَّتْ اَىْ نِيَّتُهٗ وَاِنْ نَوٰى الطَّلَاقَ بَانَتْ وَ اِنْ لَمْ يَنْوِ شَيْئًا لَغَا وَبِأَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَأُمِّىْ صَحَّ مَا نَوٰى مِنْ طَلَاقٍ اَوْظِهَارٍ وَاَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَظَهْرِ اُمِّىْ ظِهَارٌ لَاغَيْرَ وَاِنْ نَوٰى طَلَاقًا اَوْ اِيْلَاءً.

(الف) عبارت مع اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) ظہار کی تعریف لکھئے (ج) مطلب لکھتے ہوئے متن میں مذکورہ مسائل کی صورتیں نمبروار تحریر کیجئے اور ہر ایک کا حکم الگ الگ واضح کیجئے۔

### الجواب:

(**الف**) **ترجمہ**: اور ''انت علی مثل امی'' یا ''کامی'' کہنے کی صورت میں اگر کرامت کی نیت کی ہو یا ظہار کی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور اگر طلاق کی نیت کرے تو بیوی بائنہ ہو جائے گی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ کلام لغو ہوگا، اور ''انت علی حرام کامّی'' کہہ کر طلاق یا ظہار جس کی نیت کرے صحیح ہوگی اور ''انت علی حرام کظھر امیّ'' میں سوائے ظہار کے کوئی اور نیت صحیح نہ ہوگی اگر چہ طلاق یا ایلاء کی نیت کرے۔

(**ب**) **ظھار** (ظاء کے کسرہ کے ساتھ) ظاھر من امراتہ کا مصدر ہے باب مفاعلت سے، لغوی معنی اپنی بیوی کو ''انت علی کظھر امّی'' کہنا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**شرعی معنی**: شریعت میں ظہار کہتے ہیں اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ یا ان کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

**(ج) مطلب**: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے ''انت علي مثل امّي'' یا ''انت علي کامّي'' کہا تو ان جملوں سے جو اس نے نیت کی ہوگی وہی معتبر ہوگی، اگر اس نے کہا کہ میری مراد ان الفاظ سے یہ ہے کہ جس طرح میری ماں میرے نزدیک قابل تعظیم ہے اسی طرح تو بھی میرے نزدیک قابل تعظیم ہے اور میں نے تو اکرام واحترام کی خاطر یہ تشبیہ دی تو شوہر کی یہ نیت معتبر ہوگی اور اگر شوہر کہتا ہے کہ میرا مقصد تو ان جملوں سے ظہار تھا، تو ظہار ہی متحقق ہوگا، کیونکہ محللہ کو محرمہ ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار ہے اور وہی تشبیہ اس نے یہاں مراد لی ہے۔

اور اگر شوہر کہتا ہے کہ میری مراد تو ان الفاظ سے طلاق دینا ہے تو یہ نیت بھی درست ہوگی اور بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگی، کیونکہ یہ کلام حرمت میں ماں کے ساتھ تشبیہ دینے کا بھی احتمال رکھتا ہے تو کنایہ ہونے کی وجہ سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

وان لم ینو شیئًا لغا: اور اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ یوں ہی کہہ دیئے تھے میری کوئی نیت نہیں تھی تو اس صورت میں حضرات شیخینؒ کے نزدیک یہ کلام لغو ہوگا اور کسی بھی چیز پر محمول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس میں کرامت کا بھی احتمال ہے اور طلاق وظہار کا بھی احتمال ہے اس لیے مرجح کے بغیر کسی بھی مصداق پر محمول نہیں کیا جائے گا، امام محمدؒ اس صورت کو ظہار پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ جب ماں کے ایک عضو کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار ہے تو پورے بدن کے ساتھ تشبیہ دینا بدرجۂ اولیٰ ظہار ہوگا۔

وبأنت علی حرامٌ کامّي: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ''انت علی حرام کامّي'' میں طلاق کا بھی احتمال ہے اور ظہار کا بھی چنانچہ جس چیز کی نیت کرے گا وہ متعین ہو جائے گی، ظہار کا احتمال ''کاف'' تشبیہ کی وجہ سے ہے اور طلاق کا احتمال اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بناء پر ہے کہ''انت علی حرام کامّی ''الفاظ کنایہ میں سے ہے، لہٰذا اگر طلاق کی نیت کرے تو طلاق بائن واقع ہوگی۔

**وانت علی حرام کظھر امّی**: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی سے''انت علی حرام کظھر امّی'' کہا اور اس سے طلاق کی یا ایلاء کی نیت کی تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ ایلاء بلکہ یہ ظہار ہوگا، کیونکہ یہ جملہ ظہار کے لیے صریح ہے اور صریح کے آگے نیت کی کوئی وقعت وحیثیت نہیں ہوتی اور جملہ میں آخری کلام کی بہت وقعت ہوتی ہے اور آخر میں اس جملہ کے ظہار ہے۔

حضرات صاحبینؒ کے نزدیک جس چیز کی نیت کرے گا وہی واقع ہوگی خواہ وہ طلاق ہو یا ایلاء، کیونکہ شوہر کا یہ کلام طلاق اور ایلاء دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

## شرح وقایہ صفحہ: ۱۳۸

وَاِنْ صَلُحَ هُوَ شَاهِدًا وَهِيَ أَمَةٌ اَوْ كَافِرَةٌ اَوْ مَحْدُوْدَةٌ فِيْ قَذْفٍ اَوْ صَبِيَّةٌ اَوْ مَجْنُوْنَةٌ اَوْ زَانِيَةٌ فَلاَ حَدَّ عَلَيْهِ وَلاَ لِعَانَ، لِأَنَّهَا اِنِ اتَّصَفَتْ بِالزِّنَا لاَ تَكُوْنُ عَفِيْفَةً، وَاِنِ اتَّصَفَتْ بِغَيْرِهٖ مِمَّا ذُكِرَ لاَ تَكُوْنُ أَهْلاً لِلشَّهَادَةِ فَلاَ حَدَّ عَلَى الزَّوْجِ لِعَدَمِ اِحْصَانِهَا وَلاَ لِعَانَ لِعَدَمِ عِفَّتِهَا اَوْ اَهْلِيَّتِهَا لِلشَّهَادَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) لعان کا شرعی مفہوم اور صورت لکھیے (ج) بعدہٗ عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

الجواب:

(**الف**) **ترجمہ**: اور اگر شوہر شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن بیوی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

باندی ہے یا کافرہ ہے یا محدود فی القذف ہے یا چھوٹی بچی ہے یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو شوہر پر نہ حد ہوگی اور نہ لعان، اس لیے کہ اگر وہ زنا کے ساتھ متصف ہو تو وہ عفیفہ نہیں ہو سکتی اور اگر زنا کے علاوہ سابق میں ذکر کیے گئے اوصاف میں سے کسی ایک کے ساتھ متصف ہو تو وہ عورت اہل شہادت میں سے نہیں ہوگی، پس شوہر پر حد نہ ہوگی عورت کے محصنہ نہ ہونے کی وجہ سے اور نہ لعان ہوگا عورت کے عفیفہ نہ ہونے کی وجہ سے یا عورت میں شہادت کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے۔

(ب) اللِّعان (بکسر الام) مفاعلۃ سے مصدر ہے جو دراصل لعن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں، اللہ کی رحمت سے دھتکارنا اور دور کرنا۔

**لعان شرعی**: شهادات تجری بین الزوجین مقرونة باللعن والغضب، یعنی لعن اور غضب سے ملی ہوئی ان چار شہادتوں کا نام لعان ہے جو زوجین میں جاری ہوتی ہیں۔

**لعان کا رکن**: وہ شہادت ہے جو قسم کے ساتھ مؤکد ہو۔

**لعان کا سبب**: مرد کا اپنی بیوی پر ایسی تہمت لگانا ہے جو موجب قذف ہو۔

**لعان کی شرط**: نکاح کا قیام اور اس کی بقاء ہے۔

**لعان کا حکم**: لعان کے بعد وطی اور استمتاع من المرأۃ کی حرمت ہے۔ (بنایہ)

**لعان کی صورت**: یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کو قاضی حاضر ہونے کا حکم دے اور جب دونوں حاضر ہو جائیں تو اولاً قاضی شوہر سے لعان کی ابتداء کرے اور لعان میں شوہر چار مرتبہ قسم کے ساتھ گواہی دے کہ میں اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ جو میں نے اس عورت پر زنا کا عیب لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ جو میں نے اس عورت پر زنا کا عیب لگایا ہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہے اور ہر مرتبہ عورت کی طرف اشارہ کرے، پھر عورت چار مرتبہ گواہی دے کہ اس مرد نے جو مجھ پر زنا کا عیب لگایا ہے وہ اس میں جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ مجھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ زنا کا عیب لگانے میں سچا ہے، شوہر لعنت کی صورت میں اور عورت غضب کی صورت میں اپنی ذات کی طرف اشارہ کرے۔

(ج) **مطلب:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاذف شوہر (تہمت لگانے والا) غلام ہو یا کافر ہو یا محدود فی القذف ہو تو اس کو حد لگائی جائے گی کیونکہ وہ لعان کرنے کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ اس میں شہادت کی اہلیت نہیں ہے، اور اگر شوہر تو شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن بیوی باندی ہے یا کافرہ ہے یا محدود فی القذف ہے یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے اس کو حد قذف لگائی گئی ہے یا چھوٹی بچی ہے، یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو اس صورت میں شوہر پر نہ تو حد قذف ہوگی اور نہ لعان ہوگا، بیوی کے زانیہ ہونے کی صورت میں تو اس لیے کہ وہ عفیفہ نہیں ہے اور حد ولعان کے لیے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس کا عفیفہ ہونا ضروری ہے اور اگر زنا کے علاوہ اوصاف میں سے کسی سے متصف ہو تو بھی لعان نہیں ہوگا، کیونکہ لعان کے لیے دونوں میں سے ہر ایک کا اہل شہادت میں سے ہونا ضروری ہے اور ان اوصاف کی بناء پر وہ اہل شہادت نہیں رہتی، لہٰذا شوہر پر حد قذف یا لعان نہیں ہوگا۔

صاحب ہدایہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ شوہر اور بیوی دونوں کے محدود فی القذف ہونے کی صورت میں اگر شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو ان دونوں میں لعان تو نہیں ہوگا لیکن شوہر کو حد قذف لگائی جائے گی۔

## شرح وقایہ صفحہ:۱۳۹

وَتَبِيْنُ بِطَلْقَةٍ وَلَهَا كُلُّ الْمَهْرِ اِنْ خَلَابِهَا وَتَجِبُ الْعِدَّةُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کی مکمل تشریح کریں

(ج) وتجب العدة سے مصنف کی مراد کو واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اورعورت اس صورت میں ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی اور عورت کو کل مہر ملے گا اگر مرد نے عورت کے ساتھ خلوت کی ہو اور عدت واجب ہوگی۔

## قاضی کی تفریق طلاق بائن شمار ہوگی

**(ب) تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ حالتِ عنین میں قاضی کا میاں بیوی کے درمیان تفریق کرنا ایک طلاقِ بائنہ شمار ہوگا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ فرقت طلاقِ بائنہ شمار نہ ہوگی؛ بلکہ فسخ نکاح ہوگا؛ کیونکہ یہ فرقت عورت کی جانب سے ہوئی ہے جیسے خیارِ بلوغ اور خیارِ عتق میں ہوتا ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح مکمل ہو جانے کے بعد فسخ کو قبول نہیں کرتا اور کامل ہونے سے پہلے جیسے خیارِ بلوغ اور خیارِ عتق میں فسخ کو قبول کرتا ہے؛ کیونکہ یہاں دراصل اتمام عقد سے باز رہنا ہے اور قاضی زوج کی طرف سے نائب ہو کر تفریق کرتا ہے؛ اس لیے یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی اور بائنہ اس لیے ہوگی تاکہ دفعِ ظلم اور خلاصی مکمل ہو جائے؛ کیونکہ رجعی میں حق رجعت ہوتا ہے۔

**ولها كل المهر:** اورعورت کے لیے پورا مہر واجب ہوگا بشرطیکہ شوہر نے عورت کے ساتھ خلوتِ صحیحہ کی ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ عنین کی خلوت صحیح ہوتی ہے۔

**(ج) وتجب العدة:** اور تفریق کے بعد عورت پر عدت بھی واجب ہوگی بطریقِ استحسان؛ کیونکہ شغل رحم کا احتمال ہے اس معنیٰ کر شاید داخل کرنے یا رگڑنے وغیرہ سے منی رحم میں داخل ہوگئی ہو؛ اس لیے احتیاطاً وجوبِ عدت کا حکم لگایا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa